ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

جلد نمبر 29 ...... شمارہ نمبر 06 ...... جون 2022

(قیمت 10 روپے)

Registered No. CPL-13

گزشتہ دہائی پُرامن اجتماع کے حق کی پامالی کے طور پر یاد رکھی جائے گی

پُرامن اجتماع کی آزادی کے حق کا تحفظ

پُرامن اجتماع کی آزادی کا حق جس کا ذکر آئین کے آرٹیکل 16 میں موجود ہے ایک بنیادی شہری حق ہے، جس کا آزادانہ استعمال ایک ایسے صحت مند جمہوری معاشرے کی جانب اشارہ کرتا ہے جو رواداری بھی ہو اور تکثیری بھی۔ بین الاقوامی اصولوں اور معیارات کے مطابق، ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ برابری اور عدم امتیاز کے اصولوں کے مطابق پُرامن اجتماع کی آزادی کے حق کو یقینی بنائے۔ اگر اجتماع کی آزادی پر کوئی پابندیاں لگانا ناگزیر ہو تو اس بات کا خیال رکھا جائے کہ وہ ایک جمہوری معاشرے میں ضروری اور حالات کے مطابق ہوں۔

جیسا کہ حالیہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نے کئی پارٹی رہنماؤں کو گرفتار کیا، انہیں ناروا سلوک کا نشانہ بنایا اور شہریوں کے خلاف آنسو گیس استعمال کی۔ جب ریاست طاقت کا بے جا استعمال کرتی ہے تو عدم استحکام کا احساس پیدا ہوتا ہے اور اداروں پر اعتماد ختم ہونے لگتا ہے۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اِس اَمر کو یقینی بنائے کہ تمام شہریوں اور سیاسی جماعتوں کو پُرامن اجتماع اور احتجاج کا حق حاصل ہو۔ ایچ آرسی پی سمجھتا ہے کہ حکومت کی یہ بھی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ امن وامان برقرار رکھے اور بدنظمی پیدا کرنے، سرکاری و نجی املاک کو نقصان پہنچانے دیگر لوگوں کی نقل وحرکت کی آزادی میں رکاوٹ پیدا کرنے کے ارادے سے جمع ہونے والے ہجوم کی جانب سے تشدد کا پہلے سے ادراک کرتے ہوئے اس پر قابو پائے۔ تاہم، بدنظمی کی روک تھام کے لیے حکومت کے اقدامات خطرے کے لحاظ سے متناسب اور صرف اِس صورت میں ہونے چاہئیں جب کسی اجتماع کی جانب سے افراتفری پیدا کرنے کا حقیقی خطرہ موجود ہو۔

اگرچہ ایچ آرسی پی کو گزشتہ دہائی کے دوران ان مظاہرین کے خلاف طاقت کے غیر متناسب استعمال پر سخت تشویش ہے جو ایک پُرامن طریقے سے اپنے حق کا استعمال کر رہے تھے، تاہم اِس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ پُرامن اجتماع کی آزادی کے حق کا اطلاق اِن مظاہرین پر ہوتا ہے جو اپنے اس حق کے استعمال کے دوران پُرامن رہتے ہیں، اور غنڈہ گردی اور تشدد، جیسے کہ ماحولیاتی حملے جس کا مشاہدہ گزشتہ ماہ اسلام آباد کی پارکوں میں کیا گیا، میں حصہ نہیں لیتے۔ احتجاج کے منتظمین کے ارادے کیا تھے اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، البتہ ایچ آرسی پی کسی بھی ارکانِ اسمبلی جنہوں نے سرکاری اور نجی املاک کو نقصان پہنچایا اور مظاہرے کی کوریج کرنے والے میڈیا کے افراد پر حملے کیے، اِن کی مذمت کرتا ہے۔

ملک میں آزادی اجتماع کی صورتحال اِس بات کی بھی عکاس ہے کہ ریاست شکایات کے ازالے کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہے اور یہ اپنے غیر محفوظ ترین گروہوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتی ہے۔ اجتماع کی آزادی پر ایچ آرسی پی کی ایک تحقیق جس میں 2010 سے 2020 کے دوران منعقد ہونے والے اجتماعات کا سروے کیا گیا، اِس میں ایسے کئی واقعات سامنے آئے جن میں پولیس نے ہجوم کو منتشر کرنے کے لیے واٹر کینن، آنسو گیس، شیلنگ، پتھراؤ اور لاٹھی چارج کا استعمال کیا۔ ایچ آرسی پی کی میڈیا مانیٹرنگ نے بھی 2021 میں ایسے 52 واقعات کی نشاندہی کی جن میں مظاہرین یا تو ریاستی یا غیر ریاستی عناصر کی وجہ سے پرتشدد ہوگئے۔ احتجاجی مظاہرین کو گرفتار یا قید بھی کیا گیا، باوجود اس حقیقت کے کہ ان کے احتجاج پُرامن تھے، اور ان پر دہشت گردی اور غداری کے جھوٹے الزامات لگائے گئے۔ ایچ آرسی پی نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ کارکنوں کو دبانے کے لیے اِنسداد بغاوت اور انسداد دہشت گردی کے قوانین کا غلط استعمال کیا گیا اور ان میں سے بہت سوں، جیسے کہ پشتون تحفظ موومنٹ یا جیے سندھ جیسی قوم پرست جماعتوں کے رہنماؤں کا نام شیڈول 4 میں ڈال دیا گیا۔ 'قومی سلامتی' یا 'امن وامان خراب کرنے' کے نام پر اجتماعات پر مکمل پابندی عائد کرنے کے لیے دیگر قوانین، جیسے کہ مینٹیننس آف پبلک آرڈر آرڈیننس کی دفعات ضابطہ فوجداری کی دفعہ 144 کا بھی استعمال کیا گیا۔

ایچ آرسی پی کے مشاہدے میں یہ بات بھی آئی ہے کہ حالیہ برسوں میں طلباء، کسانوں، سرکاری ملازمین اور اساتذہ، کوئلے کے کان کنوں، بارودی سرنگوں کے متاثرین، خواجہ سرا افراد، صحافیوں، لاپتا افراد کے خاندانوں، یا کم آمدن والے گروہوں کی جانب سے منعقد کیے گئے اجتماعات کو دبانے کے لیے خاص طور پر تشدد کا سہارا لیا گیا۔ اِن گروہوں کا مطالبہ تھا کہ انہیں اختیارات میں ان کا جائز حصہ دیا جائے اور قبضہ مافیا انہیں اِن کے گھروں سے بے دخل نہ کرے۔ خیبر پختونخوا، بلوچستان اور سندھ میں ضم ہونے والے اضلاع میں غیر محفوظ گروہوں کی جانب سے منعقد کیے گئے اجتماعات کو بھی مسلسل نظر انداز کیا گیا اور ریاست نے اجتماعات کے شرکاء سے بھی اس وقت رابطہ کیا جب ان کے اجتماعات سوشل میڈیا یا بین الاقوامی میڈیا کے ذریعے منظرِ عام پر آئے۔ دوسری جانب ریاست اور معاشرے کے خلاف تشدد اور افراتفری کی کھلم کھلا دھمکیوں کے باوجود تحریک طالبان پاکستان جیسے جنگجو گروہوں کو حکومت کے خلاف احتجاج کی نسبتاً زیادہ آزادی حاصل رہی۔

حکومتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے شہریوں کو اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے پر سزا دینے کی بجائے اِن کے حقوق کا تحفظ کرنے کی ریاستی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ حکومتوں کو پُرامن اجتماع کی آزادی کے حق کا بھی احترام کرنا چاہئے اور اس بات کا جائزہ لینا چاہئے پُرامن مظاہرین کو نشانہ بنانے کے لیے انسداد بغاوات اور انسداد دہشت گردی جیسے قوانین کا کس طرح سے غلط استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ پاکستان کے عوام کو ایک ایسی حکومت کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے جو اِن کے حقوق کی حمایت کرے، عوام کو مقدم رکھے اور غیر محفوظ ترین گروہوں کے خلاف تشدد کا استعمال کرنے کی بجائے ان کی دیرینہ شکایات کا ازالہ کرے۔

حنا جیلانی

چیئر پرسن، ایچ آرسی پی

ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ 2021 کا اجراء
آزادیِ اظہار سمیت دیگر حقوق کی صورت حال تشویش ناک رہی

اپنی سالانہ رپورٹ، 2021 میں انسانی حقوق کی صورت حال میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 2021 کے دوران ملک میں اظہارِ رائے کی آزادی کی حالت پر شدید تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ کم از کم نو واقعات میں صحافیوں کو ڈرایا دھمکایا گیا یا بالکل خاموش کیا گیا، اور اِس مقصد کے لیے حملوں، جبری گمشدگی قتل یا کھلی سنسرشپ جیسے حربے استعمال کیے گئے۔ مزید برآں، پچھلی حکومت کو صحافت پر ظالمانہ پاکستان میڈیا ڈیویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس مسلط کرنے کی کوشش کے لیے یاد رکھا جائے گا۔ یہ بنیادی حق خطرات سے دوچار رہا اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر تمام حقوق بھی پابندیوں کی زد میں رہے۔

آئین کے آرٹیکل 19 کے تحت اظہارِ رائے کی آزادی پر پابندیوں کے دائرہ کار کو بڑھانے کی ریاست کی کوششوں سے غیر ریاستی عناصر کو شہہ ملی ہے کہ وہ ایسے لوگوں پر اپنی خواہشات مسلط کریں جو ان سے اتفاق نہیں کرتے اور وہ اس کے لیے اکثر پرتشدد طریقے استعمال کرتے ہیں۔ سیالکوٹ میں سری لنکا کے ایک فیکٹری مینیجر کا توہینِ مذہب کے الزام میں ہجوم کے ہاتھوں وحشیانہ قتل اور پی پی پی کے قانون سازوں کی طرف سے مبینہ طور پر انسانی حقوق کے دفاع کار ناظم جوکھیو کا وحشیانہ قتل، دونوں واقعات اِس کا واضح ثبوت ہیں۔

رپورٹ میں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ پچھلی وفاقی حکومت کے جاری کردہ صدارتی آرڈیننسز کی تعداد ظاہر کرتی ہے کہ ملک میں سیاسی اتفاقِ رائے نہ ہونے کے برابر تھا۔ حکومت نے 2021 کے دوران ریکارڈ 32 صدارتی آرڈیننسز جاری کیے۔ جبری گمشدگی کو باقاعدہ ایک الگ جرم قرار دینے کے لیے جس قانون کا طویل عرصے تک انتظار کیا جا رہا تھا وہ دسمبر 2021 کے اختتام تک منظور نہیں ہو سکا تھا۔ 2021 میں جبری گمشدگیوں کے انکوائری کمیشن کو جبری گمشدگیوں کے سب سے زیادہ واقعات بلوچستان سے رپورٹ ہوئے۔ اِن کی تعداد 1,108 تھی۔

ملک میں بڑھتی ہوئی مذہبی بنیاد پرستی شدید تشویش کا باعث بنی رہی، خاص طور پر عورتوں اور مذہبی اقلیتوں پر اپنے منفی اثرات کی وجہ سے۔ یہ حقیقت گھریلو تشدد کی روک تھام اور تحفظ بل 2020 اور جبری تبدیلی کی ممانعت بل 2021 پر اسلامی نظریاتی کونسل کے اعتراضات سے واضح ہو جانی چاہیے۔ اِس کے باوجود، ملک میں جنسی زیادتی کے 5,279 اور غیرت کے نام پر 478 قتل اور اسلام آباد میں نور مقدم کے بہیمانہ قتل جیسی صورتحال میں 2021 میں خواتین کے حقوق کے کارکنان نے بجا طور پر کہا کہ پاکستان میں صنف کی بنیاد پر عورتوں کو کچلنے کی منظم مہم جاری ہے اور اس کے تدارک کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کیے جائیں۔

2021 میں کمپنیوں نے اپنے ملازمین کو ملازمتوں سے فارغ کیا تو اس کے نتیجے میں بیروزگار افراد کی تعداد میں بیتحاشا اضافہ ہوا۔ مزدوروں اور کسانوں کے حالات خاص طور پر خراب ہوئے۔ اِس کی دو خاص وجوہ ہیں: ایک تو یہ کہ پنجاب میں کم از کم تنخواہ میں محض 2,000 روپے کا اضافہ ہوا اور دوسری یہ کہ حکومتِ سندھ نے کم از کم ماہانہ تنخواہ 25,000 روپے کرنے کا فیصلہ کیا تو عدالتِ عظمیٰ نے اس فیصلے پر عملدرآمد روکنے کا حکم صادر کر دیا۔

گذشتہ حکومت کا دعویٰ تھا کہ قومی یکساں نصاب سے تعلیمی تفاوت میں کمی آئے گی مگر یہ اپنے اندر جمہوری رویوں کی کمی اور ناقص طریقہ تدریس کی بدولت ماہرینِ تعلیم اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی شدید تنقید کا نشانہ بنا۔

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں، دونوں کو فعال کیا گیا اور نئے چیئرپرسنز کا تقرر کیا گیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں کی چیئرپرسن کی تقرری سیاسی تنازعہ کی وجہ سے متاثر ہوئی۔ عدالتوں کی جانب سے موت کی سزا کے فیصلوں میں نمایاں کمی ہوئی۔ 2020 میں کم از کم 177 افراد کو سزائے موت سنائی گئی تھی جبکہ 2021 میں یہ تعداد 125 تھی۔ کسی بھی قیدی کو پھانسی لگنے کی اطلاع موصول نہیں ہوئی جبکہ عدالتِ عظمیٰ نے اپنے ایک تاریخ ساز فیصلے میں ذہنی طور پر بیمار تین قیدیوں کی سزائے موت ختم کی۔

موجودہ حکومت کو اپنے دور میں انسانی حقوق کے مسائل کو ہلکا لینے کی غلطی نہیں کرنی چاہیے۔ اسے آزادیِ اظہار اور تمام کمزور اور نظرانداز شدہ گروہوں کے حقوق کے تحفظ کا عہد کرنا چاہیے۔ اِس کے ساتھ ساتھ، اسے ٹی ایل پی جیسے انتہائی دائیں بازو کے گروہوں کے آگے گھٹنے ٹیکنے کی غلطی نہیں کرنی چاہیے، جنہوں نے 2021 میں اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے تشدد کا سہارا لینے میں کوئی عار محسوس نہیں کی تھی؛ اور نہ حکومت کو شہریوں کی آوازوں کو نظرانداز کرنا چاہیے، خواہ وہ گوادر کے لوگ ہوں جو خطے کی معاشی ترقی میں اپنے حصے کا مطالبہ کرتے ہیں یا خیبر پختونخواہ کے قبائلی ہوں جو بڑھتی ہوئی عسکریت پسندی کے تناظر

فہرست

پریس ریلیزیں	03
پرامن اجتماع کی آزادی کا حق	5
پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی سالانہ رپورٹ 2021۔ اہم نکات	8
لالہ عبدالحلیم شیخ (مرحوم) کی یاد میں تعزیتی ریفرنس کا انعقاد	13
''یکم مئی مزدوروں کا عالمی دن''	14
طالبان اور خواتین	15
سابقہ فاٹا میں خواتین کے حقوق	16
ایچ آر سی پی شکایات مرکز کی سہ ماہی رپورٹ	17
قدرتی آفات اور گلگت بلتستان حکومت کی غفلت	19
خودمختار وفعال بلدیاتی ادارے عوام کی خوشحالی کے ضامن ہیں	20

میں قانون وامن عامہ کی پاسداری کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

ایچ آر سی پی واحد تنظیم ہے جو 30 برسوں سے ملک کی انسانی حقوق کی صورت حال کو مستقل طور پر دستاویزی شکل دے رہی ہے، اور انسانی حقوق اور جمہوریت کی اصل تصویر سامنے لاتی ہے۔ ہمیں پوری امید ہے کہ، اس بار، ریاست توجہ دے گی۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 29 اپریل 2022]

الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے قانون (پیکا) پر آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ کا اجراء

آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ سلسلہ جس کا آغاز 2020 میں ہوا، کے تحت پہلا تحقیقی مقالہ ڈیجیٹل حقوق کی کارکن فریحہ عزیز نے الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے قانون پر نظر ثانی کی ضرورت: سائبر کرائم قوانین کو عورتوں کے خلاف کس طرح بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے' کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔

پیکا 2016 کے بنیادی طور پر دو اہداف بتائے گئے، اور اس نے نیشنل ایکشن پلان کے نتیجے میں سیکیورٹی اسٹیٹ کے نقطہ نظر سے جنم لیا۔ اس کا مبینہ ایجنڈا دہشت گردی اور آن لائن نفرت انگیز تقریر پر قابو پانا؛ اور دوسرا مقصد عورتوں کو ہراسانی سے بچانا تھا۔ فریحہ عزیز کا مؤقف ہے کہ قانون ان دونوں اہداف کے حصول میں ناکام ثابت ہوا ہے۔ اس کے برعکس، اسے اختلاف رائے کو دبانے اور سنسرشپ کی حوصلہ افزائی کرنے اور عورتوں کی زبان بندی کی غرض سے پدرشاہی نظام کو اور زیادہ مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ کیس اسٹڈی کا طریقہ کار اپناتے ہوئے، محترمہ عزیز کی تحقیق کا مقصد یہ جانچنا تھا کہ قانون کس طرح عورتوں کے تحفظ کے اپنے مبینہ مقصد کے بالکل خلاف استعمال ہوا ہے۔ تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ اپنے بتائے گئے مقصد کے حصول کی بجائے، یہ قانون جنسی ہراسانی اور تشدد کے متعلق انکشافات کو خاموش کرنے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

ذرائع ابلاغ کی سنسرشپ پر آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ رپورٹ کا اجراء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو اپنی رپورٹ سچائی کی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے: سنسرشپ اور خودمختار میڈیا کی جنگ کے اجراء پر فخر ہے۔ ممتاز آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ سلسلے کے حصے کے طور پر تیار کی گئی یہ رپورٹ سینئر صحافی رزشتہ سیٹھنا نے رقم کی اور 2018 کے انتخابات کے بعد پاکستان میں میڈیا کے گھٹن زدہ ماحول کی تصویر پیش کرتی ہے، جس نے مصنفہ کے بقول صحافیوں اور مدیروں کو پہلے سے کہیں زیادہ ذاتی خطرات کی فضا میں کام کرنے پر مجبور کیا ہے۔

پرنٹ، الیکٹرانک اور ڈیجیٹل میڈیا سے وابستہ جواب دہندگان کے شواہد پر انحصار کرتے ہوئے، رپورٹ میں صحافیوں پر ہونے والے حملوں کے تواتر اور اقسام کو قلمبند کیا گیا اور سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا اس طرح کے حملوں کی اشکال بدل گئی ہیں کیونکہ صحافیوں میں طاقتور ایوانوں کے محاسبے کے لیے آن لائن پلیٹ فارمز کا استعمال بڑھ رہا ہے۔

سیٹھنا کے مطابق، جہاں تک جب تنقیدی خبروں کا گلا گھونٹنے کا تعلق ہے تو پھر موجودہ حکومت نے ریاست کے مفادات کی خدمت کے حوالے سے پچھلی تمام حکومتوں کو مات دے دی ہے۔ وہ دلیل دیتی ہیں کہ پریس سنسرشپ، میڈیا کو کنٹرول کرنے کے انضباطی طریق ہائے کار اور دھمکی آمیز ہتھکنڈے شدّت اختیار کر گئے ہیں کیونکہ حکومت اور سیکورٹی کے نظام اظہار رائے کی آزادی اور معلومات تک عوام کی رسائی کو شدید متاثر کر رہے ہیں۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ میڈیا کس طرح جابرانہ ہتھکنڈوں کے ہاتھوں یرغمال بنا ہوا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس طرح خاص طور پر خواتین صحافیوں کو ڈیوٹی کے دوران بڑھتے ہوئے خطرات اور ہراسانی سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کس طرح حکومت اور ریاست دونوں نے میڈیا کو ایک تنگ کونے میں دھکیل دیا ہے، مالکان اور مدیروں کو بعض ہدایات پر عمل کرنے یا نتائج کا سامنا کرنے پر مجبور کیا ہے۔ آخر میں، رپورٹ میں بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں میڈیا کے منظرنامے پر خاص توجہ دی گئی ہے، جہاں صحافیوں کو لاحق خطرات اور میڈیا کی بندش نے معلومات تک عوام کی رسائی کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

جدید غلامی: عورتوں اور لڑکیوں کی اسمگلنگ پر ایچ آر سی پی کی رپورٹ

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے جدید غلامی: پاکستان میں خواتین اور لڑکیوں کی اسمگلنگ کے عنوان سے ایک تحقیقی رپورٹ جاری کی ہے جو پاکستان کی ایک ایسے ملک کے طور پر شناخت کرتی ہے جو انسانی اسمگلنگ کے لیے ایک ذریعہ، راہداری اور منزل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ قابلِ اعتماد اعداد وشمار کی کمی کے پیشِ نظر جرم کی شدّت کا تعین کرنا مشکل ہے، تاہم ایچ آر سی پی اسمگلنگ کے نیٹ ورک کے بارے میں خاص طور پر فکرمند ہے جو ملک کے اندر موجود ہے، جس کا دائرہ جنسی اسمگلنگ، جبری چائلڈ لیبر، گروی مزدوری، بھیک مانگنے پر مجبور کرنے اور جبری شادی تک پھیلا ہوا ہے۔ معاشی طور پر کمزور خواتین اور کم عمر لڑکیوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔

تحقیق اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ انسانی حقوق کی دیگر خلاف ورزیوں کے مقابلے میں اسمگلنگ سے نمٹنا کیوں مشکل ہے۔ یہ مشکلات اسمگلنگ کے بارے میں قابلِ اعتماد کوائف کی کمی اور ناکافی رپورٹنگ سے لے کر انسداد اسمگلنگ کے موجودہ قانون پر عمل درآمد کے فقدان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ مزید برآں، اسمگلنگ کی مختلف جہتوں کے بارے میں آگاہی کا وسیع فقدان، اور متعلقہ فریقین جیسے ایف آئی اے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے درمیان رابطے میں مسائل جیسی مشکلات بھی موجود ہیں۔

رپورٹ میں سفارش کی گئی ہے کہ انسانی اسمگلنگ کے مختلف پہلوؤں سے متعلق کوائف اکٹھا کرنے، مرتب کرنے اور رپورٹ کرنے کا ایک مؤثر نظام ترجیحی بنیادوں پر وضع کیا جائے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی اسمگلنگ کی نشاندہی کرنے اور اس کی اطلاع دینے کی صلاحیت کو بھی بہت زیادہ بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ آخر میں، حکومت کو انسداد اسمگلنگ کے قوانین کو لاگو کرنے کے لیے مناسب وسائل مختص کرنے چاہئیں، اور اس کے ساتھ ساتھ متعلقہ فریقین کے درمیان بہتر ہم آہنگی کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے، خاص طور پر اسمگلنگ کے خطرے سے دوچار گروہوں کے لیے ہدفی مداخلت پر توجہ دی جائے۔

پاکستان میں سماجی تحریکوں کی نقشہ سازی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی پاکستان میں سماجی تحریکوں کی نقشہ سازی کی رپورٹ ملک کی تاریخ کے ایک اہم موڑ پر سامنے آئی ہے۔ جبر کی زد میں آئے ہوئے گروہ، بڑی تیزی کے ساتھ، ایک اجتماعی آواز کی تلاش میں ہیں جس کے ذریعے وہ جابرانہ پالیسیوں اور قوانین کی مزاحمت کر سکیں، اور جمود کو چیلنج کر سکیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں مرکزی دھارے کی سیاست کو تیزی سے دبایا جا رہا ہے، اِن سیکولر، سماجی تحریکوں کا ظہور اپنے ساتھ منفرد مشکلات اور رکاوٹیں بھی لایا ہے۔

فوکس گروپ مباحثے کے ایک سلسلے کی بنیاد پر، ایچ آر سی پی نے بدلتے ہوئے محرکات اور مختلف سماجی تحریکوں اور ان کے منتظمین کی طرف استعمال کی جانے والی حکمت عملیوں کو دستاویزی شکل دی ہے، اور ساتھ ہی ان کے مطالبات، پیش رفتوں اور رکاوٹوں کی تاریخ کا گہرا مطالعہ بھی کیا ہے۔ رپورٹ میں سماجی تبدیلی کے لیے ان کی قوّت، مرکزی دھارے کی سیاست کے ساتھ ان کے تعلق، مختلف سماجی تحریکوں کے درمیان تعاون کے امکانات، اور سنسرشپ اور مرکزی میڈیا پر بندش کے پیشِ نظر تحریک کے آلے کے طور پر سوشل میڈیا کے کردار پر بھی غور وخوض کیا گیا ہے۔

رپورٹ میں خواتین کے حقوق کی تحریک، طلباء تحریکوں، جبری گمشدگیوں اور شہری ترقی کے متاثرین کی قیادت میں چلنے والی تحریکوں، پشتون تحفظ موومنٹ، اور پیشہ ور ماہرین جیسے کہ نوجوان ڈاکٹروں، نرسوں، لیڈی ہیلتھ ورکرز اور اساتذہ کی طرف سے منظم تحریکوں کو رقم کیا گیا ہے۔

پرامن اجتماع کی آزادی کا حق

قانون سازی کا جائزہ

اِس تحقیقی مطالعے میں پاکستان میں پرامن اجتماع کی آزادی پر 'قانون سازی' اور 'قواعد وضوابط' سے متعلق پابندیوں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں حق کی آئینی حیثیت اوراعلیٰ عدالتوں کے ذریعہ اس کی تشریح کے انداز کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پھر، دوسرے باب میں وفاقی اورصوبائی قوانین کا جائزہ لینے کے لیے پیش قدمی کی گئی تا کہ ا?ن قانونی دفعات کی نشاندہی اوران کوالگ تھلگ کیا جاسکے جوریاستی حکام کو براہ راست یا بالواسطہ طور پر لوگوں کے ایک ساتھ جمع ہونے اور یکجہتی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی آزادی پر قدغن لگانے کی اجازت دیتے ہیں۔ تیسرا باب 2010 سے 2020 تک کے اجتماعات کی درجہ بندی کا جائزہ لیتا ہےاور بتاتا ہے کہ یہ قوانین اورقواعد وضوابط کس طرح مختلف قسم کی پابندیوں کو جائز قرار دیتے ہیں۔ چوتھے باب میں سروے شدہ اجتماعات پر عائد پابندیوں جیسے کہ طاقت کے استعمال یا فوجداری مقدمات کے اندراج پرنظر ڈالی گئی ہے۔

خلاصہ

پرامن اجتماع کی آزادی کا حق کسی بھی جمہوری معاشرے کی اساس ہے۔ یہ افراد کوعوامی، نجی اور آن لائن جگہوں پر جمع ہونے کے قابل بناتا ہے،اوراجتماعی طور پر اپنے خیالات، آراء اورنظریات کے اظہار کا موقع فراہم کرتا ہے، اس طرح شمولیتی حکومت کے نمونے کی راہ ہموار کرتا ہے۔ ایک ایسی حکومت جہاں طاقت تشدد یا دہشت کی بجائے ترغیب اورفکر کے آزادانہ تبادلے کے ذریعے تبدیلی لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح پرامن اجتماع کی آزادی کا حق سیاسی شرکت اورمشغولیت کے مقصد کے لیےایک ذریعہ کے طور پر کام کرتا ہے، اوراس لحاظ سے، سماجی، اقتصادی اور ثقافتی حقوق کے حصول ایک اہم ہتھیار کے طور پر کام کرتا ہے۔ تاہم، اس کا بلا روک ٹوک استعمال بالآخر مختلف دیگر آزادیوں کے موثر استعمال پر منحصر ہے جن میں اظہار کی آزادی، نقل وحرکت کا حق، انجمن سازی کی آزادی کا حق، غیرامتیازی سلوک کا حق اور یقیناً آزادی کا حق شامل ہیں۔

اِس تحقیقی مطالعے میں پاکستان میں پرامن اجتماع کی آزادی پر 'قانون سازی' اور 'قواعد وضوابط' سے متعلق پابندیوں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں حق کی آئینی حیثیت اوراعلیٰ عدالتوں کے ذریعہ اس کی تشریح کے انداز کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پھر، دوسرے باب میں وفاقی اور صوبائی قوانین کا جائزہ لینے کے لیے پیش قدمی کی گئی تا کہ ا?ن قانونی دفعات کی نشاندہی اوران کوالگ تھلگ کیا جاسکے جوریاستی حکام کو براہ راست یا بالواسطہ طور پر لوگوں کے ایک ساتھ جمع ہونے اور یکجہتی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی آزادی پر قدغن لگانے کی اجازت دیتے ہیں۔ تیسرا باب 2010 سے 2020 تک کے اجتماعات کی درجہ بندی کا جائزہ لیتا ہےاور بتاتا ہے کہ یہ قوانین اورقواعد وضوابط کس طرح مختلف قسم کی پابندیوں کو جائز قرار دیتے ہیں۔ چوتھے باب میں سروے شدہ اجتماعات پر عائد پابندیوں جیسے کہ طاقت کے استعمال یا فوجداری مقدمات کے اندراج پرنظر ڈالی گئی ہے۔ پانچویں باب میں اجتماع کی آزادی کے حق کے حوالے سے پاکستان کی بین الاقوامی ذمہ داریوں کا خاکہ پیش کیا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ملکی قانون کو بین الاقوامی معیارات اور بہترین رجحانات کے مطابق لانے کی ذمہ داری پر روشنی بھی ڈالی گئی ہے۔ آخر میں، چھٹا باب ملک میں پرامن اجتماع کی آزادی کوتقویت دینے کے لیے سفارشات فراہم کرتا ہے۔ ان سفارشات میں قانون سازی اورقواعد وضوابط میں ترامیم اورعملی تجاویز شامل ہیں۔

اِس تحقیقی مطالعے کے مقصد کے لیے، 2010 سے 2020 تک 858 اجتماعات کا جائزہ لیا گیا۔ طریقہ کار سے متعلق ایک سوال، جو بالکل شروع میں ہی سامنے آیا تھا، یہ تھا کہ آیا ایسے اجتماعات کوشامل کیا جائے جن کا 'پرامن' کردار قانون نافذ کرنے والے اداروں اور اجتماع کے شرکاء کی اختلافی آراء کی وجہ سے یا تو غیر واضح ہو یا بصورت دیگر متنازعہ تھا۔ حقائق سے متعلق تنازعات پر فیصلہ دینے سے بچنے کے لیے، اس جائزے نے اس طرح کے اجتماعات کو تحقیق کے دائرہ کار میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا، خاص طور پر ان کی اس افادیت کے پیش نظر کہ یہ اجاگر کیا جائے کہ ان اجتماعات کو، ان کے کردار سے قطع نظر، ریاستی حکام کس طرح پولیسنگ یا کنٹرول کرتے ہیں۔ سروے کیے گئے 858 اجتماعات میں سے کم ازکم 392 میں پرامن اجتماع کی آزادی کے حق پر غیرضروری اور غیر متناسب پابندیاں مشاہدے میں آئیں۔ ان میں درج ذیل پابندیاں شامل ہیں

ا۔ اجتماعات کے شرکاء کے خلاف طاقت کا حد سے زیادہ یا غیرمتوقع استعمال، بعض اوقات مہلک نتائج کے ساتھ؛

ب۔ ممکنہ، مشتبہ یا حقیقی مظاہرین کی من مانی اور سیاسی بنیادوں پر گرفتاری اور حراست، بشمول 'اجتماعی گرفتاریاں' اوردفاعی حراست؛

ج۔ شرکاء کے خلاف فوجداری اور دہشت گردی کے الزامات کے تحت مقدمات کا اندراج؛

د۔ عام طور پر سیکورٹی خدشات کے بہانے، طویل مدت کے لیے اجتماعات پرمکمل پابندیوں کا نفاذ؛

ہ۔ عوامی مقامات تک رسائی کو روک کر اجتماعات میں رکاوٹ ڈالنے کی کھلی کوششیں؛

و۔ اجتماعات تک ذرائع ابلاغ کی رسائی میں رکاوٹ؛

ز۔ انجمن سازی اور/ یا نقل وحرکت کی آزادی پر پابندیاں؛

ح۔ موبائل فون اورانٹرنیٹ سروسز کا عارضی تعطل؛ اور؛

ط۔ نا قابلِ شناخت' یا غیر ریاستی عناصر کی دھمکیاں۔

زیرِ نظر تحقیق کے ذریعے جمع کی گئی معلومات کا تفصیلی جائزہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان میں پرامن اجتماع کی آزادی انتہائی انتشار کی حالت میں ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی جانب سے بڑے پیمانے پر استعمال کیے جانے کے باوجود ریاست اس بنیادی حق میں جس تواتر کے ساتھ من مانی مداخلت کرتی ہے، تشویشناک امر ہے۔ یہ بڑی حد تک قانون سازی کے ڈھانچے کے ذریعے ممکن ہوا ہے جس کی جڑیں اب بھی نوآبادیاتی دور کی پولیسنگ کی حکمت عملیوں اور معاملات کوفوجداری نقطہ نظر سے دیکھنے کی روش سے جڑی ہوئی ہیں۔ بنیادی تعزیری ضابطہ، پی پی سی، متعدد قدیم اور مبہم تصورات تجویز کرتا ہے، جیسے کہ بغاوت، فوجداری ہتکِ عزت، فحاشی کے خلاف دفعات، مبہم طور پر بیان کردہ توہین یا نفرت انگیز تقریر کے قوانین، اور مذہبی جذبات کے خلاف جرائم، یہ سب انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون کے معیارات سے صریحاً متصادم ہیں۔ اس کا ہم منصب، سی آر پی سی بھی بہتر نہیں ہے۔ دفعہ 144 ضلعی انتظامیہ اورصوبائی حکومتوں کو غیر محدود اختیار سے لیس کرتی

ہے کہ وہ عملی طور پر کسی بھی جگہ پر طویل مدت کے لیے اجتماعات پر پابندی لگا سکتی ہے۔ اس طاقت کا نہ صرف دور دراز علاقوں میں بلکہ شہری مراکز میں بھی بڑے پیمانے پر غلط استعمال کیا جاتا ہے۔

پارلیمان سے سفارشات

پی پی سی میں ترامیم

- پی پی سی کی دفعہ 123 الف، 123ب اور 124الف کو ختم کیا جانا چاہیے۔ اجتماعات اور ان کے شرکاء کو اپنی رائے کے اظہار کی آزادی ہونی چاہئے، اور مواد پر مبنی پابندیاں صرف کسی ایسے اظہار تک محدود ہونی چاہئیں جو براہ راست تشدد یا تشدد کو بھڑکاتا ہو۔
- دفعہ 141 کو زیادہ مناسب جرم کے ساتھ تبدیل کیا جانا چاہئے جو غیر قانونی اجتماع کی تشکیل کے لئے ایک محدود تعریف فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح، دفعہ 146 اور 149، جو کسی بھی رکن یا اراکین کے کسی گروپ کے ذریعہ تشدد کی کارروائیوں کے لئے پورے اجتماع پر اجتماعی ذمہ داری عائد کرتے ہیں، کو منسوخ کیا جانا چاہئے۔
- دفعہ 153الف کو منسوخ کیا جانا چاہیے اور اس کی جگہ ایک واضح طور پر بیان کی گئی شق شامل کی جائے جو نفرت انگیز تقریر کی تمام اقسام کو ریگولیٹ کرے اور درج ذیل چھ بنیادی نکات کا جائزہ لے:

I تقریر کے سیاق و سباق،
II بولنے والی کی شناخت اور حیثیت،
III بولنے والے کا ارادہ،
IV تقریر کے مواد اور قسم،
V تقریر کی وسعت
VI اور اپنے اہداف کے خلاف "فوری کارروائیوں" کو جنم دینے کے امکان سمیت چھ لازمی نکات کا جائزہ لے۔

- دفعہ 153ب کو ختم کر دینا چاہیے، کیوں کہ 'طلباء' کو سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر مجرم قرار دینے والی خصوصی شق کی موجودگی کی کوئی معقول وجہ وجود نہیں رکھتی۔ طلباء کے ساتھ معاشرے کے کسی بھی طبقے کی طرح برتاؤ کیا جانا چاہئے اور اس تناظر میں ان پر خصوصی توجہ دینا ان کے پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کو بالواسطہ طور پر متاثر کرسکتا ہے۔
- پی پی سی کی دفعہ 294، جو کہ 'فحاشی' جیسے مبہم پیمانوں پر آزادانہ اظہار کو جرم قرار دیتی ہے، کو منسوخ کیا جانا چاہیے۔
- پی پی سی کے دفعہ 298ب اور 298ج میں ترمیم یا انہیں منسوخ کیا جانی چاہیے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ کسی گروپ کو امتیازی سلوک اور ایذارسانی کا نشانہ نہ بنایا جائے۔
- دفعہ 499 اور 500، جو ہتک عزت کو جرم قرار دیتے ہیں، کو مکمل طور پر منسوخ کیا جائے۔ ہتک عزت کو دیوانی ذمہ داری سمجھنا چاہیے نہ کہ مجرمانہ۔
- دفعہ 505، جو ذیلی دفعہ (الف) سے (ج) کے ذریعے اظہار کی مختلف شکلوں کو مجرم قرار دیتی ہے، کو ختم کیا جانا چاہیے۔ یہی صورت حال دفعہ 153 الف کی ہے، اسے ایک واضح طور پر بیان کردہ شق کے ساتھ تبدیل کیا جانا چاہئے جو سیاق و سباق کے عوامل کو مدِنظر رکھتے ہوئے نفرت انگیز تقریر کو جرم قرار دے۔

سی آر پی سی میں ترامیم

- سی آر پی سی کا باب IX، جو دفعہ 128، 129 اور 130 کے تحت اجتماعات کو منتشر کرنے کے لیے "طاقت" کے استعمال کی اجازت دیتا ہے، اس میں واضح ہدایات اور طریق ہائے کار کو شامل کرنے کے لیے ترمیم کی جانی چاہیے تاکہ یہ تعین ہو سکے کہ طاقت کا اطلاق کس انداز میں ہوگا، حالات۔ جو اس کے اطلاق اور طاقت کی مقدار کا جواز پیش کرتے ہے جسے کسی مخصوص صورتحال میں استعمال کیا جانا چاہیے۔
- سی آر پی سی کی دفعہ 144 کو مکمل طور پر منسوخ کیا جانا چاہیے، کیونکہ یہ حکومتوں اور کسی علاقے کی ضلعی انتظامیہ کو پرامن اجتماعات پر مکمل پابندی لگانے کے لیے حد سے زیادہ اختیارات تفویض کرتی ہے۔ اس طرح کے اختیارات پرامن اجتماع کی آزادی کے حق پر مکمل طور پر غیر متناسب پابندی عائد کرتے ہیں اور ضرورت کو حیلہ بنا کر کے سیاسی طور پر متاثر فیصلوں کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں۔

دیگر بنیادی اور قواعد وضوابط سے متعلق قوانین میں ترامیم

- پی او کے آرٹیکل 120 میں ترمیم کی جانی چاہیے تاکہ سرکاری اہلکاروں کو دستیاب صوابدید کو باضابطہ شکل دی جاسکے۔ خاص طور پر، لائسنس کی منظوری یا انکار کے لیے مناسب وقت کی حد مقرر کی جانی چاہیے اور جواب دینے میں ناکامی کی صورت میں، یہ خیال ہونا چاہیے کہ اجتماع آگے بڑھ سکتا ہے۔ مزید برآں، آرٹیکل 120(3) کے تحت اجتماعات پر عائد 'شرائط' میں متناسب جائزے ہونا چاہئیں اور یہ عوامی طور پر دستیاب معیارات پر مبنی ہونی چاہئیں جو بین الاقوامی انسانی حقوق کے قانون اور معیارات سے ہم آہنگ ہوں۔ مواد پر مبنی پابندیوں سے گریز کیا جانا چاہیے اور وقت، جگہ اور مقام کے حوالے سے پابندیاں اتنی سخت نہ ہوں کہ وہ اجتماع کی روح کو تباہ کردیں۔
- پی سی اے اے کی دفعہ 16 اور کے پی سی اے اے کی دفعہ 14، جو متعلقہ ڈپٹی کمشنر کی پیشگی "اجازت" کے بغیر اجتماعات کو ممنوع قرار دیتی ہے، کو ختم کرکے ان کی جگہ ایسی دفعات لاگو کی جائیں جن کے تحت اجتماع کے منتظم کو 'اجازت کی درخواست' کی بجائے 'ارادے کی اطلاع' جمع کرانے کی ضرورت پڑے۔ نوٹیفکیشن کے عمل کو ایک واضح انضباطی اتھارٹی کی نشاندہی کرنی چاہیے، دورانیے کا تعین ہو جس کے دوران اتھارٹی جواب دینے کی پابند ہو، اور جہاں کوئی جواب نہ آرہا ہو، اجتماع کو بغیر کسی پابندی کے آگے بڑھنے کی واضح اجازت فراہم ہونی چاہیے۔
- کوئی بھی قانون جو 'تادیبی حراست' کی اجازت دیتا ہے ترجیحی طور پر منسوخ کردیا جانا چاہیے۔ اس میں ایم پی او کی دفعہ 3، اے ٹی اے کی دفعہ 11EEEE، اور اے سی پی آر کی دفعہ 9 شامل ہے۔ اگر تادیبی نظربندی کو برقرار رکھنا ہے، تو اس کی مدت کو زیادہ معقول مدت تک محدود کیا جانا چاہیے اور نظربندوں کو مناسب قانونی نمائندگی کا فوری حق اور ریاستی زیادتیوں سے بچانے کے لیے اپیل کا حق فراہم کیا جانا چاہیے۔
- ایم پی او کی دفعہ 5، جو ریاستی حکام کو مشتبہ افراد کی نقل و حرکت کو کنٹرول اور محدود کرنے کے وسیع صوابدیدی اختیارات دیتی ہے، کو منسوخ کیا جائے۔ اسی طرح ایم پی او کی دفعہ 16، جو ایسے اظہار کو جرم قرار دیتی ہے جو عوام کے لیے 'خوف یا خطرے کی گھنٹی' کا سبب بن سکتا ہے یا 'عوامی تحفظ یا امن عامہ کے لیے کسی بھی نقصان دہ سرگرمی' کو جنم دینے کا سبب بن سکتا ہے، کو بھی ختم کردیا جانا چاہیے۔
- اے ٹی اے کی دفعہ 6 کے دائرہ کار کو محدود کیا جائے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ اس کی دفعات کسی

اجتماع کے شرکاء پر لاگو نہ ہوسکیں چاہے وہ اجتماع پرامن ہو یا نہ ہو۔ دہشت گردی کو اس کی روایتی سمجھ تک محدود رکھا جانا چاہیے اور اسے عام جرائم سے نمٹنے کے لیے استعمال نہیں کیا جانا چاہیے، جن سے باقاعدہ فوجداری قوانین کے ذریعے زیادہ منصفانہ کے ساتھ نمٹا جاتا ہے۔

- پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے ساؤنڈ سسٹمز (ریگولیشنز) ایکٹ کی دفعہ 4 اور ویسٹ پاکستان ریگولیشن اینڈ کنٹرول آف لاؤڈ اسپیکرز اینڈ ساؤنڈ ایمپلیفائر آرڈیننس، 1965 کی دفعہ 2(1) میں ترمیم کی جانی چاہیے۔ الفاظ "فرقہ وارانہ یا متنازعہ نوعیت کے دیگر بیانات جو عوامی انتشار کا باعث بن سکتے ہیں" کو زیادہ مناسب الفاظ سے تبدیل کیا جائے جو تشدد پر اکسانے کو اپنے معیار کے طور پر استعمال کرتے ہو۔
- پی ٹی اے میں اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ترمیم کی جانی چاہیے کہ ریاستی حکام ایسی پالیسی ہدایات جاری کرنے کے قابل نہ ہوں جو ٹیلی کمیونیکیشن نیٹ ورکس کو عارضی طور پر معطل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ موبائل فون اور انٹرنیٹ سروسز کی بلاتعطل فراہمی کو پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کا حصہ اور جز سمجھا جانا چاہیے۔
- اصولی طور پر پی اے این اے اے کو مکمل طور پر منسوخ کیا جانا چاہیے، اور کم از کم پی اے این اے اے کی دفعہ 2 (الف) کو ازسرِ نو مرتب کیا جائے۔ 'ملک مخالف سرگرمی' کی تعریف میں غیر روایتی یا متبادل خیالات رکھنے والے افراد یا افراد کے گروہوں کو مجرم قرار یا ان پر پابندی نہیں لگنی چاہیے، بشمول وہ لوگ جو پرامن طریقے سے ریاست کی خودمختاری کو ختم کرنے یا علیحدگی کی وکالت کرتے ہیں، یا جو اس خیال کو فروغ دیتے ہیں کہ پاکستان ایک سے زیادہ قومیت یا اس طرح کے کسی نظریے کا اظہار کرتے ہیں۔
- آوارگی مخالف قوانین کو ان کی امتیازی اور طبقاتی نوعیت، پسماندہ اور کمزور طبقوں کے خلاف استعمال کرنے کے ان کے رجحان اور پرامن اجتماع کی آزادی کے حق کی خلاف ورزی کی صلاحیت کے پیشِ نظر منسوخ کیا جانا چاہیے۔
- اوایس او کو فوری طور پر منسوخ کر دیا جانا چاہیے اور اس کی جگہ ایک مناسب اینٹی جاسوسی نظام وضع کیا جائے جو انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات سے ہم آہنگ ہو۔ اسی طرح پی اے اے میں بھی ترمیم کی جانی چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ عام شہریوں کو کسی بھی حالت میں فوجی عدالتوں کے ذریعے ٹرائل کا نشانہ نہ بنایا جائے۔
- پیکا پر نظرثانی کی جانی چاہیے اور یا تو اس میں بنیادی تبدیلیاں لائی جائیں یا پھر اسے ختم کر کے زیادہ مناسب قانون متعارف کیا جائے۔ خاص طور پر، تقریر کے خلاف کوئی بھی ایسا جرم جو نفرت یا تشدد کو ہوا دے سکتا ہے (جیسے دفعہ 10 اور 11) کو اچھی طرح سے مرتب کیا جائے اور اس میں دیگر مختلف عوامل کو مدنظر رکھنا چاہیے، تقریر کے سیاق وسباق، بولنے والی کی شناخت اور حیثیت، بولنے والے کا ارادہ، تقریر کے مواد اور قسم، تقریر کی وسعت اور اپنے اہداف کے خلاف "فوری کارروائیوں" کو جنم دینے کا امکان۔ قانون کی دفعہ 20، جو ہتکِ عزت کو جرم قرار دیتی ہے، کو منسوخ کیا جانا چاہیے، اسی طرح دفعہ 37 منسوخ ہونی چاہیے کیونکہ یہ پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی کو بغیر کسی عدالتی نگرانی کے آن لائن مواد تک رسائی کو کنٹرول کرنے کے بے لگام اختیارات فراہم کرتی ہے۔
- این جی اوز اور آئی این جی اوز سے متعلق قوانین یا قواعد وضوابط کی پالیسیوں کو بین الاقوامی اصولوں کی مطابقت میں لایا جانا چاہیے۔ 2015 کی آئی این جی او پالیسی ترک کر کے ایک شفاف انضباطی نظام اختیار کیا جائے جو سول سوسائٹی کی تنظیموں کے کام کو محدود کرنے کے بجائے انہیں سہولت فراہم کرے۔

عشرا// ڈر

ان کے پاس تو بم بھی ہیں
ہم تعداد میں کم بھی ہیں
پھر بھی نجانے بات ہے کیا
جیت بھی ان کی مات ہے کیا؟
کیوں کم زور سے، کم زر سے
بینکوں کو ڈر لگتا ہے
ہر بیگاری، بے گھر سے
ٹینکوں کو ڈر لگتا ہے
سوچ کوئی بیماری تو نئیں!
آزادی!!! غداری تو نئیں؟!

(ادریس بابر)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔ جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر یا انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے

ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی سالانہ رپورٹ 2021......(اہم نکات)

جون 2021 میں، اقوامِ متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق کے ترجمان نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ جبری گمشدگیوں کے مسودہ قانون کی منظوری کو یقینی بنائے اور تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے سے متعلق بین الاقوامی کنونشن کی توثیق کرے۔ بعدازاں دسمبر میں، اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ماہرین نے انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کو فوجی عدالت سے 14 سال قید کی سزا کی مذمت کی۔

قوانین اور قانون سازی

☆ پارلیمان اور صوبائی اسمبلیوں نے کل 172 قوانین منظور کیے: 58 وفاقی اور 114 صوبائی قوانین۔ 15 قوانین کی منظوری کے ساتھ پنجاب اسمبلی نے سب سے بری کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

☆ 2021 کے دوران وفاقی حکومت نے صدارتی احکامات کے اجراء کی اپنی روایت برقرار رکھی۔ حکومت نے 32 حکمنامے صادر کر کے باضابطہ آئینی و پارلیمانی قواعد سے کھلے انحراف کا ثبوت پیش کیا۔

☆ اگرچہ صحافیوں اور ذرائع ابلاغ کے تحفظ کے بل 2021 کے تحت صحافیوں کے تحفظ کے لیے ایک آزاد کمیشن کے قیام کا خیر مقدم کیا گیا، مگر یہ قانون کئی ایسی مبہم شقوں کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بھی بنا جو سنسر شپ اور دھونس و دھمکی کے مترادف تصور کی جاتی ہیں۔

☆ کم از کم دو قابلِ ذکر قانونی مسودے، 'گھریلو تشدد کی روک تھام اور تحفظ بل 2020' اور 'جبری تبدیلی کی ممانعت کا بل 2021'، اسلامی نظریاتی کونسل کے اعتراضات کی وجہ سے منظور نہیں ہو سکے۔

☆ سینٹ نے جولائی میں ایذا رسانی اور زیرِ حراست ہلاکت (روک تھام اور سزا) بل متفقہ طور پر منظور کیا۔

☆ جنسی زیادتی کے مقدمات کی سماعت میں تیزی لانے کی غرض سے خصوصی عدالتوں کے قیام کے لیے منظور ہونے والے 'انسدادِ جنسی زیادتی (ٹرائل اور تفتیش) ایکٹ 2021' پر انسانی حقوق کی تنظیموں نے تنقید کی کیونکہ اِس قانون میں مجرموں کے لیے بطورِ سزا کیمیائی آختہ کاری (chemical castration) کی دفعہ شامل تھی۔

انصاف کی فراہمی

☆ سال کے آخر تک، عدلیہ میں اکیس لاکھ، چالیس ہزار مقدمات زیرِ التوا تھے۔ 2020 میں یہ تعداد اکیس لاکھ پچاس ہزار تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصفیہ طلب مقدمات میں معمولی سی کمی ہوئی ہے۔

☆ ذرائع ابلاغ کی اطلاعات کے مطابق، عدلیہ میں عورتوں کی شمولیت 17 فیصد نمائندگی کے ساتھ بہت کم رہی۔ عدالت عالیہ کی سطح پر یہ تناسب مزید کم تھا۔ سندھ اور لاہور ہائی کورٹ میں دو دو عورتیں جبکہ پشاور ہائی کورٹ میں صرف ایک خاتون جج تعینات ہیں (کل 114 ججز میں سے)۔

☆ انصاف کی فراہمی میں تاخیر کے دو مقدمات میں، لاہور ہائی کورٹ نے توہینِ رسالت کے الزام میں 11 سال جیل میں گزارنے والے لیاقت علی کے ساتھ ساتھ ایک مسیحی جوڑے- شگفتہ کوثر اور شفقت مسیح کو بری کر دیا جو آٹھ سال سزائے موت کی کال کوٹھڑی میں رہے۔

☆ ایک خوش آئند قدم کے طور پر، عدالتِ عظمیٰ نے فروری 2021 میں ایک فیصلے کے ذریعے ذہنی طور پر بیمار قیدیوں کنیزاں بی بی، امداد علی اور غلام عباس کی سزائے موت ختم کر دی۔ فیصلے کو لائقِ تحسین قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ اِس کی رو سے یہ اصول وضع ہو گیا ہے کہ اب کسی ذہنی بیمار فرد کو سزائے موت نہیں دی جائے گی۔

سزائے موت

☆ ذرائع ابلاغ کی اطلاعات سے اکھٹے کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق، 2021 میں کم از کم 125 افراد (بشمول تین خواتین) کو سزائے موت سنائی گئی - 2020 میں یہ تعداد 177 تھی۔ سزائے موت کے کسی بھی فیصلے کے اطلاق کی اطلاع نہیں ملی۔

☆ صوبائی سطح پر محکمہ جیل خانہ جات کے مطابق، 1,143 افراد سزائے موت کے قیدی کی حیثیت سے جیلوں میں بند تھے۔ سزائے موت کے سب سے زیادہ قیدی سندھ میں تھے جہاں دو خواتین سمیت 490 قیدی موت کی کوٹھڑی میں بند تھے۔

☆ جنوری میں انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت نے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر مبینہ طور پر گستاخانہ مواد پوسٹ کرنے پر تین افراد کو سزائے موت سنائی۔

☆ اکتوبر میں، وزارتِ قانون نے منشیات کے کنٹرول کے قانون کی دفعہ 9 (ج) اور ریلویز ایکٹ کی دفعہ 127 میں لفظ 'موت' کو 'باقی ماندہ زندگی' سے بدلنے کی تجویز پیش کی۔

پاکستان اور انسانی حقوق کا عالمی نظام

☆ یورپی یونین نے انسانی حقوق کی حالیہ خلاف ورزیوں کی روشنی میں اپریل میں جی ایس پی پلس رتبے کے لیے پاکستان کی اہلیت کا جائزہ لینا شروع کیا، بعدازاں اِس رتبے کو منسوخ کرنے کی کوئی وجہ نہ پا کر اسے 2024 تک توسیع دے دی۔

☆ اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ماہرین نے پاکستان سے کراچی کے گجر نالے اور اورنگی نالے سے مکینوں کی بے دخلی کو روکنے کا مطالبہ کیا، اور اس کے علاوہ سیالکوٹ سے تعلق رکھنے والے پاکستانی مسیحی اسٹیفن مسیح کی رہائی کی اپیل کی جو توہینِ مذہب کے الزام میں دو سال سے قید تھے۔

☆ جون 2021 میں، اقوامِ متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق کے ترجمان نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ جبری گمشدگیوں کے مسودہ قانون کی منظوری کو یقینی بنائے اور تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے سے متعلق بین الاقوامی کنونشن کی توثیق کرے۔ بعدازاں دسمبر میں، اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ماہرین نے انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کو فوجی عدالت سے 14 سال قید کی سزا کی مذمت کی۔

انسانی حقوق کے قومی ادارے

☆ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں، دونوں کو فعال کیا گیا اور نئے

چیئرپرسنز کا تقرر کیا گیا۔

☆ بچوں کے حقوق کا قومی کمیشن قواعد وضوابط کی عدم موجودگی کے نتیجے میں بڑی حد تک غیر موثر رہا۔

امن عامہ

☆ خیبر پختونخوا میں ٹارگٹ کلنگ، فوجی آپریشنز اور تشدد کے مختلف واقعات میں 100 سے زائد افراد کے ہلاک ہونے کی اطلاع ملی، ان میں چار خواتین امدادی کارکن بھی شامل ہیں جنہیں شمالی وزیرستان میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔

☆ جنوری میں، دولتِ اسلامیہ کے عسکریت پسندوں نے شیعہ ہزارہ برادری کے 11 کان کنوں کو اغوا کر کے قتل کر دیا۔ ہزارہ برادری نے کوئٹہ میں واقعے کے خلاف کئی روز تک احتجاج جاری رکھا اور وزیرِاعظم عمران خان سے ان کے احتجاجی خیمے کا دورہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ تاہم، وزیرِاعظم نے ان کے مطالبے کو 'بلیک میلنگ' قرار دیا اور مظاہرین سے ملنے سے انکار کر دیا۔

☆ کوئٹہ پولیس کے ایگل اسکواڈ کے ہاتھوں فیضان جتک نامی طالب علم کے ماورائے عدالت قتل نے عوامی غم و غصّے کو جنم دیا۔ مجرموں کو گرفتار تو کر لیا گیا تھا، لیکن سال کے آخر تک اس مقدمے میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکی۔

☆ جنوری میں 21 سالہ اسامہ ستی کو اس وقت گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جب پولیس اہلکاروں نے ان کی گاڑی نہ رکنے پر ان پر گولی چلا دی۔

☆ فروری میں، پولیس نے جامشورو میں سندھ یونیورسٹی کے ایک طالب علم عرفان جتوئی کو اغوا کیا۔ پولیس کا دعویٰ تھا کہ وہ ایک 'خطرناک ڈاکو' تھا۔ بعدازاں، جتوئی کو سکھر میں ایک مقابلے میں مار دیا گیا۔

قید خانے اور قیدی

☆ پاکستان کی جیلوں میں گنجائش سے کہیں زیادہ قیدی بند ہیں۔ 119 جیلوں میں 87,668 قیدی ہیں جبکہ گنجائش 65,334 افراد کی ہے۔ جیلوں میں قیدیوں کی شرح 134 فیصد ہے۔ جیل کی کل آبادی کا تقریباً 68 فیصد زیرِ سماعت قیدیوں پر مشتمل ہے جن کی تعداد 59,422 ہے۔

☆ جنوری 2021 میں سینٹ کو پیش کی گئی تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ 9,191 پاکستانی 73 ممالک کی جیلوں میں بند ہیں، جن میں سب سے زیادہ سعودی عرب (2,555)، متحدہ عرب امارات (1,918) اور یونان (884) میں ہیں۔ تین پاکستانیوں کو گوانتاناموبے میں رکھا گیا۔

☆ سال کے آخر میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان فہرستوں کے تبادلے کے مطابق، 600 سے زائد ہندوستانی قیدی پاکستان میں قید تھے جب کہ 355 پاکستانی ہندوستانی جیلوں میں بند تھے۔

جبری گمشدگیاں

☆ جبری گمشدگیوں کو باقاعدہ جرم قرار دینے کا مسودہ قانون جس کا طویل عرصے سے انتظار کیا جا رہا تھا، ابھی تک منظور نہیں ہو سکا حالانکہ پی ٹی آئی کی حکومت نے 2018 سے یہ قانون منظور کرنے کا عہد کر رکھا ہے۔

☆ 2021 میں جبری گمشدگیوں کے انکوائری کمیشن کو جبری گمشدگی کے سب سے زیادہ واقعات بلوچستان سے رپورٹ ہوئے۔ اِن کی تعداد 1,108 تھی جب کہ زیرِ التواء مقدمات کی سب سے زیادہ تعداد 1,417، خیبر پختونخوا میں تھی۔

☆ عوامی ورکرز پارٹی سے تعلق رکھنے والے سیاسی رہنما سینگار نوناری کو جون 2021 میں نصیر آباد میں ان کے گھر سے نامعلوم مسلح افراد نے اغوا کر لیا تھا۔ اغوا کاروں میں سے کچھ وردی میں تھے۔ سینگار کو 35 دن بعد رہا کیا گیا۔

☆ فروری میں، مظاہرین کے ایک بڑے گروپ نے بلوچستان میں جبری گمشدگیوں کے خلاف اسلام آباد میں ایک ہفتہ طویل احتجاجی دھرنا دیا۔ اگرچہ وزیرِاعظم نے دھرنے سے تعلق رکھنے والے تین رکنی وفد سے ملاقات کی تاہم ان کے لاپتہ رشتہ داروں کی بازیابی کے لیے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

☆ نومبر میں بلوچستان یونیورسٹی سے دو طالب علموں کو مبینہ طور پر لاپتہ کر دیا گیا جس کے بعد طلباء نے اپنی کلاسوں کا بائیکاٹ کیا اور احتجاجاً یونیورسٹی کو بند کر دیا۔

جمہوری عمل کی ترقی

☆ پنجاب حکومت 21 ماہ تک مقامی حکومتوں کے بغیر رہی۔ عدالتِ عظمیٰ نے 25 مارچ 2021 کے حکم کی عدم تعمیل پر برہمی کا اظہار کیا تو پھر حکومت نے اکتوبر میں اس نظام کو بحال کیا۔

☆ سندھ اسمبلی نے دسمبر میں سندھ لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2021 منظور کیا، اِس دوران اپوزیشن نے شدید ہنگامہ آرائی کی اور کراچی بھر میں بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے کیے۔ تاہم صوبائی حکومت نئے انتخابات کا اعلان کرنے سے قاصر رہی۔

☆ خیبر پختونخوا نے بالآخر دسمبر 2021 میں 14,000 سے زائد عمومی اور مخصوص نشستوں کے لیے بلدیاتی انتخابات کا انعقاد کیا۔

☆ اگرچہ تحریکِ لبیک پاکستان (ٹی ایل پی) پر اپریل 2021 میں انسدادِ دہشت گردی ایکٹ 1997 کے تحت باضابطہ طور پر پابندی عائد کر دی گئی تھی، لیکن اس گروپ نے ملک میں سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا جاری رکھا۔ انہوں نے جولائی میں سیالکوٹ میں ہونے والے ضمنی انتخابات میں بھی حصّہ لیا۔

☆ شمالی وزیرستان سے رکن قومی اسمبلی محسن داوڑ نے ستمبر میں قوم پرست رہنماؤں کے ایک گروپ کے ساتھ مل کر قومی جمہوری تحریک کے قیام کا اعلان کیا۔

☆ رکن قومی اسمبلی علی وزیر بغاوت کے الزام میں جیل میں بند رہے۔ وہ اِس الزام کو بے بنیاد قرار دیتے رہے۔

☆ اکتوبر میں شدید مخالفت کے دوران، وزیرِاعلیٰ جام کمال خان کے خلاف تحریکِ عدم اعتماد کے بعد بلوچستان عوامی پارٹی کی زیرِ قیادت حکومت کو مستعفی ہونا پڑا۔ بعدازاں سابق سپیکر اسمبلی قدوس بزنجو نے وزارتِ اعلیٰ کا عہدہ سنبھالا۔

☆ آزاد جموں و کشمیر میں عام انتخابات منعقد ہوئے اور اس خطے نے اپنی دسویں قانون ساز اسمبلی کا انتخاب کیا۔ سیاسی جماعتوں نے وفاقی حکومت پر قبل از انتخابات دھاندلی کے ذریعے انتخابی عمل کو متاثر کرنے کا الزام عائد کیا۔

☆ 2021 کے دوران گلگت بلتستان کی حیثیت میں

جون 2021 میں، اقوامِ متحدہ کے ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق کے ترجمان نے پاکستان پر زور دیا کہ وہ جبری گمشدگیوں کے مسودہ قانون کی منظوری کو یقینی بنائے اور تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے سے متعلق بین الاقوامی کنونشن کی توثیق کرے۔ بعدازاں دسمبر میں، اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ماہرین نے انسانی حقوق کے کارکن ادریس خٹک کو فوجی عدالت سے 14 سال قید کی سزا کی مذمت کی۔

کوئی تبدیلی نہ آسکی حالانکہ گلگت بلتستان قانون ساز اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک مشترکہ قرارداد منظور کر کے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اِس خطے کو پاکستان کے عارضی صوبے کا درجہ دے اور قومی اسمبلی، سینیٹ اور دیگر آئینی اداروں میں اِس کی نمائندگی یقینی بنائے۔

نقل وحرکت کی آزادی

- ☆ کووِڈ 19 وباء مسلسل دوسرے برس برقرار رہی جس کے باعث لوگوں کا نقل وحرکت کا حق متاثر رہا۔
- ☆ عدالت عالیہ لاہور نے قرار دیا کہ نقل وحرکت کے حق کو زندگی کے حق سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔
- ☆ نومبر میں، حکومتِ بلوچستان نے حکمنامہ صادر کیا کہ پشتون تحفظ موومنٹ کے رہنماء منظور پشتین اور محسن داوڑ 90 دن تک صوبے میں داخل نہیں ہوسکتے۔

اجتماع کی آزادی

- ☆ ٹی ایل پی کے کارکنوں نے اپریل 2021 میں اپنے رہنما سعد حسین رضوی کی گرفتاری کے بعد پنجاب اور ملک کے باقی حصوں میں وقفوں وقفوں سے زندگی کو درہم برہم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ لاہور میں ٹی ایل پی کے کارکنوں اور پولیس کے درمیان تصادم میں تین افراد ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ ہجوم نے ایک پولیس اسٹیشن پر حملہ بھی کیا اور پانچ پولیس اہلکاروں کو اغوا کرلیا۔ ایسی غیر ضروری کارروائیوں کے باوجود، ٹی ایل پی حکومت کے ساتھ سمجھوتہ کرنے میں کامیاب رہی۔
- ☆ نومبر میں، پولیس اور رینجرز نے کراچی کے نیسلہ ٹاور کے باہر احتجاج کرنے والے رہائشیوں اور بلڈرز پر لاٹھی چارج اور آنسو گیس کے گولے داغے۔ ٹاور عدالتِ عظمیٰ کے حکم پر گرایا جا رہا تھا۔
- ☆ 2014 میں آرمی پبلک اسکول پر حملے کے دوران دہشت گردوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے 130 سے زائد طلباء کے والدین نے اکتوبر میں وفاقی حکومت کی طرف سے ٹی ٹی پی کے لیے مجوزہ عام معافی کے خلاف پشاور میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔
- ☆ مارچ میں، بنوں کے جانی خیل علاقے کے قبائلیوں نے اپنے چار نوجوانوں کے قاتلوں کی گرفتاری کے لیے تین ہفتے تک دھرنا دیا اور مقتولین کی لاشیں مقامی تھانے کے سامنے رکھیں۔ قبائلیوں نے لاشوں کے ساتھ اسلام آباد کی طرف مارچ کرنے کی کوشش تو پولیس نے ان کے خلاف لاٹھی چارج اور آنسو گیس سمیت طاقت کا استعمال کیا۔

ٹی ایل پی کے کارکنوں نے اپریل 2021 میں اپنے رہنما سعد حسین رضوی کی گرفتاری کے بعد پنجاب اور ملک کے باقی حصوں میں وقفوں وقفوں سے زندگی کو درہم برہم کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ لاہور میں ٹی ایل پی کے کارکنوں اور پولیس کے درمیان تصادم میں تین افراد ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ ہجوم نے ایک پولیس اسٹیشن پر حملہ بھی کیا اور پانچ پولیس اہلکاروں کو اغوا کرلیا۔ ایسی غیر ضروری کارروائیوں کے باوجود، ٹی ایل پی حکومت کے ساتھ سمجھوتہ کرنے میں کامیاب رہی۔

- ☆ گوادر میں ایک تاریخی دھرنے کے دوران، ہزاروں افراد نے گوادر کو حکومتی توجہ نہ ملنے کے خلاف احتجاج کیا، مظاہرین کا کہنا تھا کہ گوادر کو خاص طور پر سی پیک منصوبوں میں نظرانداز کیا جا رہا ہے۔

انجمن سازی کی آزادی

- ☆ نومبر میں، پروگریسو سٹوڈنٹس کلیکٹو نے کئی بڑے شہروں میں طلباء یکجہتی مارچ کا اہتمام کیا۔ ان کے مطالبات میں طلبہ یونینوں کی بحالی، فیصلہ سازی میں طلبہ کی نمائندگی اور تعلیمی بجٹ کو جی ڈی پی کے کم از کم 5 فیصد تک بڑھانا شامل تھا۔
- ☆ این جی اوز کے لیے فضا سکڑنے کا سلسلہ 2021 میں جاری رہا۔ مختلف سرکاری دفاتر سے سرگرمیوں کے لیے اجازت ناموں اور عدم اعتراض سرٹیفکیٹ (NOC) کے حصول میں دشواری کے سبب کئی منصوبوں پر عملدرآمد مشکلات کا شکار رہا۔

اظہار رائے کی آزادی

- ☆ ورلڈ پریس فریڈم انڈیکس میں پاکستان 180 ممالک کی فہرست میں 145 ویں نمبر پر تھا۔
- ☆ انسانی حقوق کی تنظیموں نے کہا کہ وفاقی حکومت کا مجوزہ پاکستان میڈیا ڈیویلپمنٹ اتھارٹی آرڈیننس 2021 'میڈیا مارشل لاء' سے کم نہیں ہے۔
- ☆ سول سوسائٹی کی تنظیموں کی کئی برسوں کی جدّوجہد کے بعد معلومات کی آزادی بلوچستان ایکٹ 2021 کو منظوری ملی۔
- ☆ سوشل میڈیا کارکن ناظم جوکھیو کو نومبر میں مبینہ طور پر پی پی پی کے سیاسی طور پر بااثر قانون سازوں نے اس وقت تشدد کر کے قتل کر دیا جب محترم جوکھیو نے قانون سازوں کے عرب مہمانوں کی طرف سے تلور کے غیر قانونی شکار سے متعلق ایک ویڈیو پوسٹ کی تھی۔
- ☆ رپورٹر اجے لالوانی کو مارچ میں سکھر میں مسلح افراد نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اطلاعات کے مطابق، قتل کی وجہ یہ تھی کہ مقتول نے ایک بااثر مقامی شخصیت کی طرف سے اختیارات کے ناجائز استعمال کو بینقاب کیا تھا۔
- ☆ بلوچستان میں کم از کم دو صحافی مارے گئے جن میں سے ایک ذاتی دشمنی میں مارا گیا اور دوسرا ایک بم دھماکے میں جس کی ذمہ داری بلوچستان لبریشن آرمی نے قبول کی۔
- ☆ سینئر صحافی وارث رضا کو ستمبر میں کراچی میں ان کی رہائش گاہ سے مبینہ طور پر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اغوا کیا۔ انہیں اسی شام رہا کر دیا گیا۔
- ☆ اپریل میں سینئر صحافی ابصار عالم کو ان کے گھر کے قریب ایک پارک میں گولی مار کر زخمی کر دیا گیا۔
- ☆ صحافی اسد علی طور کو مئی میں 'نامعلوم حملہ آوروں' نے مارا پیٹا۔
- ☆ جون میں، سینئر صحافی حامد میر نے اسد علی طور پر حملے کے خلاف ایک احتجاجی مظاہرے میں شعلہ انگیز تقریر کی جس پر ان کے پروگرام کی نشریات بند کر دی گئیں۔
- ☆ انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے چوتھے شیڈول کو گلگت بلتستان میں اختلاف رائے کو دبانے کے لیے بطورِ ہتھیار استعمال کیا جاتا رہا۔

ڈیجیٹل حقوق

- ☆ مارچ میں، پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (پی ٹی اے) نے مقبول سوشل میڈیا ایپ ٹک ٹاک (TikTok) پر پاکستان بھر میں اِس بنیاد پر پابندی لگادی کہ ایپ نے قابلِ اعتراض مواد جو کہ معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے ' کے پھیلاؤ کو فروغ دیا ہے۔ پابندی نومبر تک برقرار رہی۔
- ☆ غیر قانونی آن لائن مواد (طریقہ کار، نگرانی اور حفاظتی تدابیر) کے خاتمے و پابندی کے ضوابط 2021 پر ڈیجیٹل حقوق کے کارکنان نے شدید تنقید کی جن کا

سوشل میڈیا پر سامنے آنے والی ایک ویڈیو میں عثمان مرزا نامی شخص کو دیگر مردوں سے بھرے ایک کمرے میں ایک نوجوان جوڑے کو برہنہ ہونے پر مجبور کرتے ہوئے دکھایا گیا۔

کہنا تھا حکومت پاکستان میں سوشل میڈیا پر مکمل اجارہ داری قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی

☆ ایک انتہائی وحشیانہ واقعے میں، سری لنکا کے ایک شہری پریانتھا دیاوادنا کو سیالکوٹ میں ایک مشتعل ہجوم نے مذہب کی بے حرمتی کے الزام میں تشدد کر کے ہلاک کر دیا۔

☆ پولیس کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ 2021 میں توہینِ مذہب کے الزام میں کم از کم 585 افراد کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا، جن کی اکثریت پنجاب سے تھی۔ توہینِ مذہب کے الزام کا نشانہ بننے والے افراد میں رحیم یار خان میں آٹھ سال کی عمر کا ایک ہندو لڑکا بھی شامل ہے۔

☆ بڑے پیمانے پر تنقید کا نشانہ بننے والے ایک اقدام میں، حکومتِ پنجاب نے ایک قرارداد منظور کی جس میں اعلان کیا گیا کہ ختم نبوت کے حلف کو نکاح کی دستاویزات کا حصہ بنایا جائے۔

☆ ایچ آر سی پی نے 2021 میں سندھ میں مذہب کی جبری تبدیلی کے کم از کم 27 واقعات قلمبند کیے جن میں سے سات واقعات کمسن بچوں سے متعلق تھے۔ سینٹر فار سوشل جسٹس کے مطابق، پنجاب میں مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات کی تعداد 2020 میں 13 سے بڑھ کر 2021 میں 36 ہو گئی۔

☆ پاکستانی بدھ برادری کو قومی مردم شماری اور تعلیم اور سرکاری ملازمتوں کے کوٹے میں ایک الگ مذہبی گروہ کے طور پر شامل نہیں کیا گیا۔

☆ احمدی برادری کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے ارکان کے خلاف مذہبی بنیادوں پر 100 سے زائد مقدمات درج کیے گئے، جن میں 'خود کو مسلمان ظاہر کرنا'، اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنا، اور توہینِ مذہب کے الزامات شامل ہیں۔ احمدی برادری کے کم از کم تین افراد مبینہ طور پر اپنے عقیدے کی بنیاد پر ٹارگٹ حملوں میں مارے گئے۔

عورتیں

☆ پولیس کی اطلاعات کے مطابق، ملک میں جنسی زیادتی (بشمول اجتماعی جنسی زیادتی) کے 5,279 اور غیرت کے نام پر قتل کے 478 مقدمات درج ہوئے۔

☆ اگست میں، لاہور کے گریٹر اقبال پارک میں 400 سے زائد مردوں کے ہجوم نے ایک نوجوان خاتون پر حملہ کیا۔ یہ واقعہ کئی ویڈیوز میں فلمبند ہوا جنہیں بڑے پیمانے پر دیکھا گیا۔

☆ عورت مارچ کے اسلام آباد چیپٹر کے خلاف 2020 سے جنم لینے والی ہنگامہ آرائی نے 2021 میں دم نہیں توڑا۔ عدالتِ عالیہ پشاور نے جسٹس آف پیس کی شق کے تحت 26 مارچ کو ہدایت کی کہ منتظمین کے خلاف مذہبی جرم کی بنیاد پر ایف آئی آر درج کی جائے حالانکہ اس کی واضح طور پر تردید کی گئی تھی۔

☆ جون میں، وزیرِاعظم کو ایک انٹرویو کے دوران یہ رائے دینے پر تنقید کا سامنا کرنا پڑا کہ پاکستان میں خواتین کے خلاف جنسی تشدد میں اضافہ ان کے لباس سے منسلک ہے۔

☆ جولائی میں اسلام آباد میں ظاہر جعفر کے گھر سے 27 سالہ نور مقدم کی نعش ملی جسے وحشیانہ طریقے سے قتل کیا گیا تھا۔ ماریہ شاہ (شکارپور میں)، صائمہ علی (پشاور میں) اور قرۃ العین بلوچ (حیدرآباد میں) کے قتل کے کچھ ہفتوں بعد پیش آنے والے اِس واقعے نے سول سوسائٹی کو صدمے سے دوچار کیا اور ملک گیر احتجاج کو جنم دیا۔

☆ سوشل میڈیا پر سامنے آنے والی ایک ویڈیو میں عثمان مرزا نامی شخص کو دیگر مردوں سے بھرے ایک کمرے میں ایک نوجوان جوڑے کو برہنہ ہونے پر مجبور کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ اسلام آباد پولیس نے مرزا کو گرفتار کر کے ان کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی۔ ملزمان کا تعلق ایک جرائم پیشہ حلقے سے ہونے کا انکشاف ہوا ہے جو بلیک میلنگ کے مقاصد کے لیے ایسی ویڈیوز بناتے تھے۔

خواجہ سراء افراد

☆ خواجہ سراء برادری سماجی و اقتصادی دونوں لحاظ سے پسماندہ رہی۔ صرف کراچی میں، خواجہ سراؤں کو 200 سے زیادہ دھمکی آمیز ویڈیو اور آڈیو پیغامات ملنے کی اطلاع ملی جس سے برادری میں خوف اور عدم تحفظ کا احساس پیدا ہوا۔

☆ پنجاب حکومت نے پنجاب سماجی تحفظ اتھارٹی کی جانب سے شروع کیے گئے مساوات پروگرام کے تحت خواجہ سراؤں کو ماہانہ وظیفہ دینے کا فیصلہ کیا۔

بچے

☆ ایک اندازے کے مطابق، جنوری اور جون کے درمیان ملک بھر میں کم از کم 1,896 بچوں کے ساتھ بدسلوکی کے واقعات قلمبند ہوئے، حالانکہ یہ تعداد زیادہ ہونے کا امکان ہے۔ ان میں سے 1,084 واقعات جنسی زیادتی، 523 اغوا کے، 238 بچوں کے گمشدگی کے، اور 51 بچوں کی شادی کے تھے۔

☆ 6 سے 15 سال کی عمر کے بچے، لڑکے اور لڑکیاں دونوں، بدسلوکی اور تشدد کا سب سے زیادہ نشانہ بنتے رہے۔

☆ دو خاصے سنگین واقعات میں، ہوشاپ، بلوچستان میں مقامی لوگوں نے الزام لگایا کہ فرنٹیئر کور کے ایک سپاہی نے دس سالہ بچے پر جنسی تشدد کیا۔ مزید برآں، ہوشاپ میں دو بچے مارے گئے، ا?ن کے اہل خانہ نے الزام لگایا کہ ایف سی اہلکاروں نے ان پر مارٹر گولہ فائر کیا تھا۔

☆ اکتوبر میں، وفاقی شرعی عدالت نے سوارہ کی روایت کو غیر اسلامی قرار دیا، حالانکہ یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا یہ فیصلہ سماج میں پیوست رواج کو مؤثر طریقے سے روک سکے گا۔ عدالت نے یہ بھی طے کیا کہ ریاست کی طرف سے لڑکیوں کی شادی کے لیے کم از کم عمر کی حد مقرر کرنا اسلام کے خلاف نہیں ہے۔

محنت

☆ کووِڈ 19 نے مسلسل دوسرے سال شعبہ محنت کو متاثر کیا۔ کمپنیوں کی جانب سے اپنے ملازموں کی برخاستگی کے نتیجے میں بیروزگاری میں اضافہ ہوا اور کمپنیوں نے اجرتوں میں گھٹائیں تو متوسط اور نچلے طبقے کی آمدنی کم ہوئی۔

☆ اگرچہ حکومتِ پنجاب نے کم از کم ماہانہ اجرت 18,000 روپے سے بڑھا کر 20,000 روپے کرنے کا اعلان کیا، لیکن یہ اضافہ محنت کشوں کو بڑھتی ہوئی مہنگائی سے بچانے میں ناکام رہا۔

☆ حکومتِ سندھ نے غیر ہنرمند مزدوروں کی کم از کم

ماہانہ اجرت 25,000 روپے کر دی ہے۔ آجروں کی تنظیموں نے اسے عدالتِ عالیہ سندھ میں چیلنج کیا جس نے ان کی درخواست مسترد کر دی۔ تاہم اپیل پر عدالتِ عظمیٰ نے صوبائی حکومت کے فیصلے پر عملدرآمد عارضی طور پر روک دیا ہے۔

☆ پاکستان سنٹرل مائنز لیبر فیڈریشن کے اندازوں کے مطابق، سال کے دوران 176 کان کن حادثات میں ہلاک ہوئے۔ ایچ آر سی پی کے اپنے اعداد وشمار کے مطابق، ایسی کم از کم 71 اموات صرف بلوچستان میں پیش آئیں۔ اِس کے باوجود، پاکستان نے ابھی تک آئی ایل او کے کنونشن 176 کی توثیق نہیں کی، جس میں کان کنوں کے تحفظ کے لیے کان کی گہرائی کی حد مقرر کی گئی ہے۔

☆ اگست میں، کراچی کے مہران ٹاؤن میں ایک صنعتی یونٹ میں آگ لگنے سے کم از کم 16 مزدور جان کی بازی ہار گئے۔

☆ ہاری ویلفیئر ایسوسی ایشن کے مطابق، سندھ کے مختلف اضلاع میں عدالتی احکامات کے ذریعے تقریباً 1,451 جبری مزدوروں کو مختلف زرعی کھیتوں سے رہا کیا گیا۔ ان میں 318 مرد، 436 خواتین اور 617 بچے شامل ہیں۔

☆ سندھ جبری مشقت کا نظام (خاتمہ) ایکٹ 2015 کی منظوری کے بعد پہلی بار 30 میں سے 14 اضلاع نے آخر کار ضلعی نگران کمیٹیاں تشکیل دی ہیں تا کہ جبری مشقت کے واقعات کی نگرانی اور رپورٹنگ کی جاسکے۔

☆ گوادر کے رہائشیوں کے 28 دن کے احتجاج کے بعد وزیرِاعظم نے گوادر میں غیر قانونی طور پر مچھلیاں پکڑنے والے ٹرالروں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کا عہد کیا۔

پناہ گزین

☆ کابل پر افغان طالبان کے قبضے کے بعد، ملک میں افغان پناہ گزینوں کی آمد ہوئی، جن میں سے اکثر نے ہراسانی کے واقعات کی اطلاع دی۔ ان کی شکایت تھی کہ سرحد پر تعینات اہلکاران سے بھتہ لیتے رہے اور انہیں سرحد پار کرنے کی اجازت دینے سے انکار کرتے رہے۔

☆ دستاویزات کے حصول اور جمع کرنے کی مشکل شرائط کے باعث پناہ گزینوں کے ویزا اور ملک میں داخلے کا عمل سست روی کا شکار رہا۔

> وزیرِاعظم نے اگست میں پرائمری اسکولوں اور مدارس کے لیے انتہائی متنازعہ یکساں قومی نصاب (ایس این سی) کے باقاعدہ نفاذ کا اعلان کر دیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اس اقدام سے تعلیمی تفاوت میں کمی آئے گی۔ ایس این سی اپنے اندر جمہوری رویوں کی کمی، مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے خلاف غیر ضروری حد تک مذہبی مواد کی شمولیت اور ناقص طریقہ تدریس کی بدولت ماہرینِ تعلیم اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی شدید تنقید کا نشانہ بنا۔

☆ اِس مسئلے پر عوامی بحث بھی نہ ہونے دی گئی۔ سول سوسائٹی کے کارکنان کو پناہ گزینوں کی مدد کرنے کی کوشش کرنے پر ریاستی حکام کی طرف سے ہراساں کیے جانے کی اطلاعات ملیں۔ اس کے بجائے، اس معاملے پر 'خفیہ بریفنگز' منعقد کی گئیں، اور معاملے کو فوج کے دائرہ اختیار تک محدود کر دیا گیا۔

تعلیم

☆ وزیرِاعظم نے اگست میں پرائمری اسکولوں اور مدارس کے لیے انتہائی متنازعہ یکساں قومی نصاب (ایس این سی) کے باقاعدہ نفاذ کا اعلان کر دیا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اس اقدام سے تعلیمی تفاوت میں کمی آئے گی۔ ایس این سی اپنے اندر جمہوری رویوں کی کمی، مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے خلاف غیر ضروری حد تک مذہبی مواد کی شمولیت اور ناقص طریقہ تدریس کی بدولت ماہرینِ تعلیم اور انسانی حقوق کے دفاع کاروں کی شدید تنقید کا نشانہ بنا۔

☆ حکومتِ سندھ نے یہ کہتے ہوئے یکساں قومی نصاب اپنانے سے انکار کر دیا کہ اٹھارہویں ترمیم کے بعد تعلیم صوبائی شعبہ بن چکا ہے اور حکومت پہلے ہی اپنی نصاب تشکیل دے چکی ہے۔

☆ جامعہ بہاؤالدین ذکریا اور جامعہ بہاولپور نے خیبر پختونخوا میں نئے ضم شدہ اضلاع سے تعلق رکھنے والے طالبعلموں کے لیے مختص نشستیں کم کر دیں جس پر لاہور میں طلباء ہفتہ بھر احتجاج پر بیٹھے رہے۔

☆ تعلیم کی صورتحال کی سالانہ رپورٹ 2021 میں بتایا گیا کہ اسکول جانے کی عمر والے تقریباً 19 فیصد بچے اسکول نہیں جا رہے۔

صحت

☆ جیسا کہ کووِڈ 19 کی مختلف اقسام سارا سال سامنے آتی رہیں، نیشنل کمانڈ اینڈ آپریشن سینٹر نے مزید سخت ویکسینیشن مہم شروع کی۔

☆ پنجاب، خیبر پختونخوا، آزاد جموں و کشمیر اور اسلام آباد دارالحکومتی علاقہ میں قومی صحت کارڈ یا قومی صحت کارڈ اسکیم شروع کی گئی۔ یہ پروگرام پینل میں شامل ہسپتالوں میں شعبہ اندرونی مریضاں میں مریضوں کو صحت کی سہولیات تک مفت رسائی فراہم کرتا ہے۔

☆ اکتوبر میں ڈینگی کے کیسز سامنے آنا شروع ہوئے، اور 2011 کی ڈینگی کی وبا جیسی صورتحال پیدا ہونے کے خدشے ظاہر ہونے لگے۔ جون کے اوائل میں لاہور کے ڈینگی کی افزائش کے مرکزی علاقوں سے ڈینگی لاروا کے خاتمے کی مہم شروع کرنے کے باوجود محکمہ صحت اس بیماری کے پھیلاؤ کو مؤثر طریقے سے روکنے میں ناکام رہا۔

☆ تھرپارکر میں 2021 میں کم از کم 115 افراد نے خودکشی کی جن میں سے 68 خواتین تھیں۔ زیادہ تر واقعات کا تعلق ہندو برادری سے ہے۔

رہائشی سہولیات اور ماحول

☆ لاہور نے نومبر میں دنیا کا آلودہ ترین شہر ہونے کا اعزاز حاصل کیا جب سموگ نے شہر اور اس کے اطراف کو معمول سے پہلے ہی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

☆ ماہرینِ ماحولیات اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے راوی ریور فرنٹ اربن ڈویلپمنٹ پراجیکٹ کو ختم کرنے کے عدالتِ عالیہ لاہور کے فیصلے کا خیر مقدم کیا۔ عدالت نے راوی اربن ڈویلپمنٹ اتھارٹی ایکٹ 2020 کی کئی دفعات کو غیر آئینی اور شہریوں کے بنیادی حقوق سے متصادم قرار دیا تھا۔

☆ کراچی میں انسداد تجاوزات مہم کے نتیجے میں شہر کے تین بڑے نالوں کے کنارے تعمیر سینکڑوں مکانات کو مسمار کر دیا گیا، جس سے بہت سے شہرکاری (urbanization) کے کئی ماہرین کی اِس رائے کو تقویت ملی کہ یہ مہم غریبوں کے خلاف تعصب پر مبنی ہے۔

☆ ایک تحقیق سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ بلوچستان میں بارشوں میں شدید کمی آئی ہے اور کوئٹہ کی آبادی کے ایک بڑے حصے کو 2025 تک پینے کا پانی میسر نہیں ہوگا۔

لالہ عبدالحلیم شیخ (مرحوم) کی یاد میں تعزیتی ریفرنس کا انعقاد

حیدرآباد پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے زیر اہتمام مورخہ 31 مئی 2022 کو ریجنل آفس حیدرآباد میں سینئر ممبر ایچ آر سی پی لالا عبدالحلیم شیخ (مرحوم) کے لیے تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر ان کے بلند درجات کے لیے دعا کی گئی اور ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔ یاد رہے کہ لالا عبدالحلیم شیخ کا 27 مئی 2022 کو حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہو گیا تھا۔ تعزیتی ریفرنس میں اظہار خیال کرتے ہوئے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے شریک چیئر پرسن اسد اقبال بٹ نے کہا کہ لالا عبدالحلیم شیخ ایچ آر سی پی کا قیمتی اثاثہ تھے اور گزشتہ 25 سال سے زائد عرصے سے ایچ آر سی پی کے ساتھ منسلک تھے۔ انہوں نے کہا کہ لالا عبدالحلیم شیخ نے انسانی حقوق کے تحفظ و فروغ کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ وہ باقاعدگی کے ساتھ جہد حق میں حیدرآباد میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر لکھتے تھے۔ انہیں خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین طریقہ ان کی طرح مستقل مزاجی، بے لوث اور مثبت سوچ و فکر کیساتھ اپنے کام کو جاری رکھنا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی رابطوں کو مضبوط و مؤثر بنانا ہوگا، بلا رنگ و مسلک و مذہب انسانی خدمت کو فروغ دینا ہوگا اور ہمیں دوسری صف کی قیادت تیار کرنا ہوگی۔

ایچ آر سی پی سندھ کے صوبائی وائس چیئر قاضی خضر نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ 'میرا اور لالا عبدالحلیم شیخ کا تعلق عرصہ 30 سالوں پر محیط ہے۔ میں نے انہیں ہمیشہ متحرک، مستقل مزاج، خوش اخلاق، پرامید اور دوسروں کے لیے محبت اور نیک جذبات سے سرشار پایا'۔ لالا عملی خدمت پر یقین رکھتے تھے ہم سب کا ان کی یاد میں یہاں کثیر تعداد میں موجود ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ لالا عبدالحلیم شیخ حق اور سچ کی راہ پر گامزن تھے۔

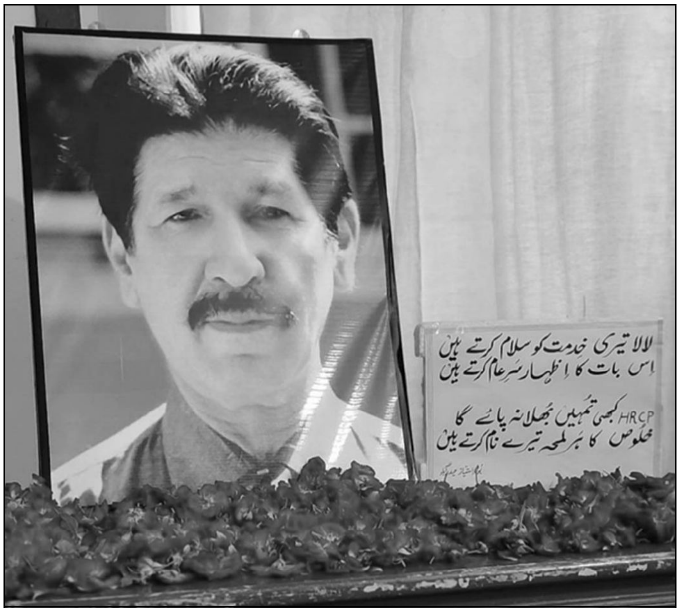

ایچ آر سی پی کے کونسل رکن سعید بلوچ نے لالا عبدالحلیم شیخ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ لالا انتہائی ملنسار، خوش مزاج اور پر خلوص انسان تھے۔ انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے آخری دم تک متحرک رہے۔ انکی جدوجہد کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

ایچ آر سی پی کے کونسل رکن سلیم جروار نے اپنے اظہارِ خیال میں کہا کہ لالا عبدالحلیم شیخ ایچ آر سی پی اور پریس کلب کے درمیان پل کا کردار ادا کرتے تھے۔ ہر وقت جستجو میں رہتے تھے ہم انکی محبت اور خدمت کو نہیں بھولیں گے۔

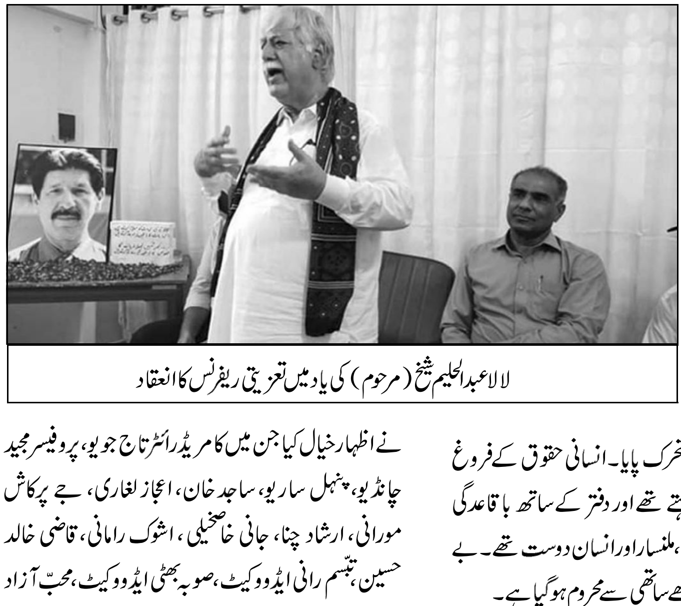

لالا عبدالحلیم شیخ (مرحوم) کی یاد میں تعزیتی ریفرنس کا انعقاد

ریجنل کوآرڈینیٹر حیدرآباد چیپٹر ڈاکٹر امداد حسین چانڈیو نے کہا کہ لالا عبدالحلیم شیخ بڑی دیانتداری، ذمہ داری اور مستقل مزاجی کے ساتھ خدمات انجام دے رہے تھے۔ ہم نے انہیں ہر لمحہ متحرک پایا۔ انسانی حقوق کے فروغ کے لیے مصروف عمل رہتے تھے اور دفتر کے ساتھ باقاعدگی سے منسلک تھے۔ پرخلوص، ملنسار اور انسان دوست تھے۔ بے شک ایچ آر سی پی ایک اچھے ساتھی سے محروم ہو گیا ہے۔

اسسٹنٹ کوآرڈینیٹر غفرانہ آرائیں نے لالا عبدالحلیم شیخ کو زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ وہ میرے بڑے بھائیوں کی طرح تھے ہمیشہ حوصلہ دیتے اور ہر قدم پر رہنمائی کرتے تھے۔ کبھی مایوس نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمہ وقت سرگرم رہتے تھے۔ آفس کی جانب سے ملنے والی کسی بھی ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھاتے تھے، بالخصوص فیکٹ فائنڈنگ کے حوالے سے بڑے تجربہ کار تھے۔ تعزیتی ریفرنس میں مختلف مکتبۂ فکر و شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات و صحافیوں و وکلاء اور اقلیتی برادری کے نمائندوں نے اظہار خیال کیا جن میں کامریڈ رائٹر تاج جویو، پروفیسر مجید چانڈیو، پنہل ساریو، ساجد خان، اعجاز لغاری، جے پرکاش مورانی، ارشاد چنا، جانی خاصخیلی، اشوک رامانی، قاضی خالد حسین، تبسم رانی ایڈووکیٹ، صوبہ بھٹی ایڈووکیٹ، محبّ آزاد ایڈووکیٹ، الطاف حسین خواجہ ایڈووکیٹ، علامہ مسعود جمال، رئیس اختر، دانش یعقوب، میچل وٹو، نسرین کرم مسیح، رومس بھٹی، خالد گل، وکٹر گلزار گل، سعید قائم خانی، سجاد خان، رمضان شورو، مقبول ملاح، فرزانہ پنہور، شمعون مسیح، عمران مسیح، بلال احمد خان ناغڑ، آرون رلوانی، رضوان گیڈر و بوٹا امتیاز شامل ہیں۔

(بوٹا امتیاز)

> لالا عبدالحلیم شیخ ایچ آر سی پی کا قیمتی اثاثہ تھے اور گزشتہ 25 سال سے زائد عرصے سے ایچ آر سی پی کے ساتھ منسلک تھے۔ انہوں نے کہا کہ لالا عبدالحلیم شیخ نے انسانی حقوق کے تحفظ و فروغ کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ وہ باقاعدگی کے ساتھ جہد حق میں حیدرآباد میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر لکھتے تھے۔

’’یکم مئی، مزدوروں کا عالمی دن‘‘

ٹنڈومحمد خان یوم مئی کے موقع پرٹنڈومحمد خان میں مزدوروں نے ریلی نکال کر شکاگو کے شہیدوں کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کیا۔تفصیلات کے مطابق یوم مئی کے موقع پرٹنڈومحمد خان میں آل پلیدار یونین کی جانب سے سبزی منڈی سے پریس کلب تک ریلی نکالی گئی۔ ریلی کے شرکاء کے ہاتھوں میں لال جھنڈے تھے اور وہ شکاگو کے شہید مزدوروں کی حمایت میں نعرے لگا رہے تھے۔مزدور رہنماؤں کا کہنا تھا کہ اج جو مزدور 8 گھنٹے کام کرتے ہیں وہ شکاگو کے مزدوروں کی قربانیوں کے بدولت ہے۔ان کا کہنا تھا کہ ٹنڈومحمد خان میں ہزاروں مزدوروں کی رائس ملز رجسٹریشن نہیں کرار ہے اور سرکار کی اعلان کردہ اجرت 25 ہزار ماہانہ بھی ملز مالک نہیں دے رہے۔انہوں نے مطالبہ کیا کہ ٹنڈومحمد خان میں قائم 50 سے زائد رائس ملز مالکاں اپنی ملز میں کام کرنے والے ہزاروں مزدوروں کو فوری طور 25 ہزار ماہانہ اجرت دیں اور مزدوروں کی ای او اے بی اور سوشل سکیورٹی میں رجسٹرڈ کرائیں۔

(رمضان شورو)

حیدرآباد ہم ایک بار پھر یوم مزدور منا رہے ہیں، روایتی طور پر حکمرانوں اور سیاست دانوں کے کچھ بیانات مزدوروں کے کچھ مظاہرے اور دانشوروں کے کچھ مضامین آجائیں گے، لیکن مزدور کی حالت وہی رہی گی بدلے گی نہیں۔ یہی 75 سال سے ہو رہا ہے، ILO کا ایجنڈا ٹریڈ یونینز کو فروغ دینا اور بیروزگاری کا خاتمہ تھا جو ناکام ہوگیا ہے۔اب اس دنیا کو ایک نئے صنعتی تعلقات کے ماڈل کی ضرورت ہے جو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے نظام میں موجود ہے، اس کے چند بنیادی اصول پیش خدمت ہیں: تمہارے ماتحت تمہارے بھائی ہیں، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو، انہیں کھانے اور پہننے کے لئے وہی دو جو تمہیں حاصل ہے، انہیں اپنے منافع میں شریک کرو، مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو، اور کوئی ماتحت اپنے مالک کے کام میں خیانت کا مرتکب نہ ہو۔ پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی تنخواہ مقرر کرتے وقت طے ہوا کہ خلیفہ کی تنخواہ عام مزدور کے برابر ہوگی اور خلیفہ کوئی کاروبار اور تجارت نہیں کرے گا۔ یہ ماڈل جب تشکیل پائے گا، اس سے مزدور بھی خوشحال و مطمئن ہوگا اور صنعت و زراعت بھی مثالی ترقی کرے گی۔ اس وقت پاکستان میں مزدوروں کی حالت انتہائی تشویشناک ہے۔75 سالوں میں ہماری صنعت، زراعت، تجارت تباہی ہوگئی ہے بیروزگاری اور غربت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔مزدور لیڈرشپ نے کچھ استثنی کے ساتھ مزدوروں کو اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا ہے، خود مزدور اپنے مسائل کے حل کے لیے کیا کرتے، سماج کے اس مجموعی رویے نے انہیں مایوس کر دیا ہے۔ بدقسمتی سے مزدوروں کو اپنے حقوق، لیبر و سماجی بہبود کے قوانین کے حوالے سے شعور و ادراک نہیں ہے اور بے رحم حکمران، صنعت کار، سرمایہ دار مزدوروں کی محنت کو استعمال کر کے خود تو بڑے دولت مند ہو گئے لیکن مزدور ہمیشہ کی طرح نہ صرف محروم رہا بلکہ اس کی محرومیوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔نجی شعبہ کے اداروں میں مزدوروں کی حقیقی یونین کا قیام اور اسے فعال رکھنا ایک بڑا مسئلہ ہے۔مزدوروں کو تقرنامے (Appointment Letter) بھی جاری نہیں کیے جاتے اور اس طرح یہ لاکھوں محنت کش، (EOBI) ورکرز ویلفیئر بورڈ اور سوشل سیکورٹی کے اداروں سے ملنے والی سہولیات جن میں بڑھاپے کی پینشن، طبی سہولیات، میریج گرانٹ، فوتگی گرانٹ اور مفت تعلیم اور مکان کا حصول شامل سے محروم رہتے ہیں اور ادارے سے بڑھاپے کی عمر میں خالی ہاتھ بے یارو مددگار اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ زندگی کے بقایا دن کسمپرسی میں گزارنے کے لئے۔ پاکستان کی آبادی بائیس کروڑ ہے اور اس میں محنت کش طبقے کی تعداد سات کروڑ سے زائد ہے لیکن ملک کی پارلیمان، سینیٹ آف پاکستان، قومی وصوبائی اسمبلیوں میں مزدوروں کا کوئی حقیقی نمائندے موجود نہیں۔مزدور تنظیموں کا یہ مطالبہ اب زور پکڑتا جا رہا ہے کہ ان کے طبقے کے لیے پارلیمان میں نشتیں مختص کی جائیں۔ پاکستان میں ہم مزدور تحریک کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں شکاگو کے ان شہید مزدور رہنماؤں کی یاد آتی ہے جنہوں نے اب سے 136 سال قبل محنت کشوں کے بنیادی حقوق کی بحالی کے لیے اور ان سے جانوروں کی طرح 18,18 گھنٹے کام لینے کے خلاف امریکہ کے شہر شکاگو میں علم بغاوت بلند کیا۔اس تاریخی بغاوت کے نتیجے میں سات مزدور رہنماؤں کو صنعت کاروں کی عدالت نے پھانسی کے پھندے پر چڑھا دیا اور اپنے طور پر وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہوئے کہ انہوں نے تحریک کو تشدد کے ذریعے کچل دیا ہے۔ لیکن یہ ان کی بہت بڑی بھول تھی جس تحریک کو ختم کرنے کا خواب انہوں نے دیکھا تھا کہ وہ رفتہ رفتہ پوری دنیا میں بیداری کی ایک لہر کے طور پر پھیل گئی۔ دنیا کے تمام براعظموں میں ٹریڈ یونین منظم ہوئی۔ ہمیں بحیثیت مجموعی ایک معاشرہ کے طور پر تاریخ سے سبق حاصل کرتے ہوئے کم زور طبقات اور مظلوموں کے حقوق کو مکمل طور پر تسلیم اور انہیں بحال کر دیا چاہیے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو کیا ہم کسی نئے یوم مئی کا انتظار کر رہے ہیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

نوشکی یوم مئی کے حوالے سے بی این پی کے سیکرٹریٹ میں ایک تقریب منعقد ہوئی وفاقی وزیر مملکت برائے توانائی میر محمد ہاشم نوتیزئی تقریب کے مہمان خصوصی تھے تقریب سے وفاقی وزیر مملکت برائے توانائی میر محمد ہاشم نوتیزئی بی این پی کے ضلعی صدر میر بہادر خان مینگل مرکزی پروفیشنل سکریٹری نزیر بلوچ بی این پی کے سی سی ممبر میر خورشید جمالدینی بی این پی کے سابقہ ضلعی صدر عطاءاللہ مینگل میر صاحب خان مینگل ہاہیڈرو یونین کے سابق صدر حاجی عنایت اللہ بادینی نے خطاب کرتے ہوئے شکاگو کے مزدوروں اور شہدائے بلوچستان کو سرخ سلام پیش کرتے ہوئے کہا کہ بی این پی مزدوروں کی بہتری اور فلاح کے لیے کوشاں ہے۔معاشی ترقی میں مزدور ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن ہمارے حکمرانوں نے ہمیشہ مزدوروں کا استحصال کیا ہے جس کی وجہ سے مزدور 21 ویں صدی میں بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ انھوں نے کہا مزدوروں کی فلاح و بہبود ہمارے منشور کا حصہ ہے وہ استحصالی نظام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔مزدوروں کو خوشحال اور معاشی طور پر مستحکم کر کے پاکستان کو خوشحالی کے جانب گامزن کر سکتے ہیں۔مقررین نے کہا ہماری سیاست کا بنیادی اوراصل مقصد بلوچستان کے عوام کے ننگ ناموس کا تحفظ ان کی عزت اور جان مال کا تحفظ ہے۔ ہمارے قائد سردار اختر جان مینگل نے اس مقصد کے حصول کے تاریخی جدوجہد کی ہے اور اس تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے بی این پی بلوچستان کے عوام کے حقوق اور پاکستان میں بسنے والے تمام محکوم اقوام کے خلاف ہر فورم پر آواز بلند کرتے ہوئے انکے حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد جاری رکھیں گی۔ مقررین نے شہدائے شکاگو کے مزدوروں قربانیوں پر انہیں زبردست انداز میں خراج عقیدت بھی پیش کیا اور مزدوروں کو تلقین کہ وہ اپنے حقوق کے حصول کے لیے اتحاد اتفاق اور یکجہتی کا مظاہرہ کریں۔ مقررین نے مطالبہ کیا موجودہ مہنگائی کے تناسب سے مزدوروں کے تنخواہوں اور اجرتوں میں فوری طور پر اضافہ کیا جائے۔

(محمد سعید بلوچ)

طالبان اور خواتین

توصیف احمد خان

اخباری اطلاعات کے مطابق افغانستان میں خواتین ریاستی قوانین کے باعث دباؤ کا شکار ہیں، طالبان نے گزشتہ سال کے وسط میں کابل پر قبضہ کیا تھا۔ طالبان کی حکومت خواتین کی تعلیم ان کے روزگار کے بارے میں کسی حتمی پالیسی پر متفق نہیں ہوسکی ہے۔

اب طالبان کے سپریم رہنما ہیبت اللہ اخونزادہ نے فتویٰ دیا ہے کہ خواتین کو سر سے پاؤں تک کا برقعہ پہننا لازمی ہوگا، جو خواتین سرکاری دفاتر میں کام کرتی ہیں، انھوں نے لمبا برقعہ استعمال نہ کیا تو وہ ملازمت سے برطرف کردی جائیں گی۔ پردہ نہ کرنے والی خواتین کے محرم مرد بھی سزا کے مستحق ہونگے۔

اس سے قبل طالبان حکومت نے خواتین کے محرم مرد کے بغیر گھر سے نکلنے پر پابندی عائد کردی تھی۔ حکومت کے فیصلہ میں کہا گیا تھا کہ جو خواتین تنہا گھر سے نکلیں گی انھیں کوڑے مارے جائیں گے۔ اسی طرح افغان حکومت نے خواتین کی تنہا ڈرائیونگ کا حق بھی چھین لیا تھا۔

طالبان نے 20 سال قبل کابل پر قبضہ کیا تھا اور ملا عمر خلیفہ بن گئے تھے۔ اس زمانہ میں طالبان کی حکومت نے خواتین اور غیر مسلم افراد پر سخت پابندیاں عائد کردی تھیں۔

خواتین کے تعلیمی ادارے بند کردیے گئے تھے، خواتین کے محرم کے بغیر گھر سے نکلنے کو سنگین جرم قرار دیا گیا تھا اور جو خواتین تنہا گھر سے نکلتی تھیں انھیں شہروں کے چوک پر کوڑے مارے جاتے تھے۔ اس طرح غیر مسلم افغان شہریوں کو ایک مخصوص لباس پہننے کا پابند کیا گیا تھا اور ان پر جزیہ (ٹیکس) عائد کردیا گیا تھا۔ خواتین اور اقلیتوں پر پابندیوں کے خلاف افغانستان میں خواتین نے اس زمانہ میں بھی تاریخی مزاحمت کی تھی اور پوری دنیا سے افغان خواتین کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا گیا مگر طالبان کی حکومت خواتین اور اقلیتوں کے بارے میں کسی قسم کی لچک دکھانے کو تیار نہیں تھی۔

یہی وجہ تھی کہ مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والے بہت سے افراد نے بڑے پیمانہ پر ملک چھوڑ دیا تھا۔ ہزاروں افراد پاکستان اور ایران میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے اور اتنی ہی تعداد میں لوگوں نے یورپی ممالک میں سیاسی پناہ لی تھی۔ اس دور کی کئی خواتین کی غمزدہ داستانوں نے یورپ اور امریکا کے میڈیا پر خوب پذیرائی حاصل کی تھی۔ پاکستان میں ملا عمر کے چاہنے والے کئی اکابرین خواتین کے حالاتِ کار کے بارے میں ان خبروں کو جھوٹ قرار دیتے تھے۔ پاکستان میں ریڈیو اور ٹی وی چینلز پر یہ ایک پسندیدہ موضوع بن گیا تھا۔

جب گزشتہ برسوں میں طالبان کی فتوحات کی خبریں آنے لگیں تو عمران خان اور دائیں بازو کے رہنماؤں نے کہنا شروع کیا کہ اب والے طالبان اور 20 سال پرانے طالبان میں زمین آسمان کا فرق ہے، موجودہ طالبان تعلیم یافتہ ہیں۔ ان میں سے کچھ نے یورپ اور امریکا کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی ہے اور یہ دور ماضی کے مقابلہ میں مختلف ہوگا۔ جب گزشتہ سال اگست میں کابل پر طالبان کی حکومت قائم ہوئی تو خواتین کے تعلیمی اداروں کی بندش کی خبریں آنے لگیں۔ طالبان حکومت نے کئی ماہ بعد خواتین کے اسکول کھولنے کا اعلان کیا مگر نئی پابندیاں عائد کردی گئیں اور اچانک اسکول بند کردیے گئے۔

اس طرح حکومت نے خواتین کی یونیورسٹیاں کھولنے کا بھی اعلان کیا مگر یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم پر پابندی لگادی گئی۔ طلبا اور طالبات کے لیے علیحدہ کلاس روم مختص کردیے گئے۔ خواتین کی تعلیم کے لیے مخصوص مضامین مختص کیے گئے اور ماہرین نے اس خوف کا اظہار کیا کہ طالبات پر مخصوص مضامین کی تعلیم حاصل کرنے سے سائنس کے اساتذہ کی قلت پیدا ہوجائے گی جس سے افغانستان کا تعلیمی نظام براہِ راست متاثر ہوگا۔ اب پردہ اور محرم کے بغیر خواتین کے گھروں سے نکلنے کی پابندیوں کے بعد خواتین میں پسماندگی مزید بڑھ جائے گی۔

ایک طرف تو طالبان حکومت کی خواتین کی تعلیم پر عائد سخت پابندیاں ہیں، دوسری طرف حامد کرزئی اور پھر ڈاکٹر اشرف غنی کی حکومتوں میں خواتین کی تعلیم اور ان کے روزگار کے حق پر خصوصی توجہ دی گئی۔ تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار خواتین کی تعداد بڑھی۔ ان تعلیم یافتہ خواتین میں اساتذہ، وکیل، صحافی، جج، سرکاری اہلکار اور مذہبی افسران شامل تھے۔ فرانسیسی خبر رساں ایجنسی کی تازہ رپورٹ کے مطابق افغان خواتین نے طالبان حکومت کے خلاف براہ راست مزاحمت کی حکمت عملی اختیار کی ہوئی ہے۔ ان خواتین نے طالبان کے اقتدار میں آنے کے فوراً بعد مختلف شہروں میں مظاہرے کیے۔

ان مظاہروں کی قیادت نے طالبان کے مظالم کو آشکار کیا۔ ایک افغان شہری خاتون نے فرانسیسی خبر رساں ایجنسی کے اہلکار کو بتایا کہ ''وہ پہلے بھی طالبان کی جیل میں بند رہی تھیں مگر وہ اپنی سوچ کو ختم نہیں کرسکتیں۔'' افغانستان کے صوبہ ہرات سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نے کہا کہ ''وہ طالبان کے سپریم لیڈر کے احکامات پر مجبوراً عمل کررہی ہیں تاکہ ان کے شوہر اور بھائی وغیرہ، ریاستی جبر سے محفوظ رہ سکیں۔'' اس صدی کے پہلے عشرہ میں ملا فضل اللہ نے سوات پر اپنی حکومت قائم کی تھی تو خواتین کے تعلیمی ادارے بند کردیے گئے تھے اور گھر سے تنہا باہر نکلنے والی خواتین کو کوڑے مارے جاتے تھے۔

سوات کے ایک چوک پر ایک عورت کو کوڑے مارنے کی وڈیو نے دنیا میں تہلکہ مچادیا تھا مگر رجعت پسندوں نے اس وڈیو کو جعلی قرار دینے کی ایک مہم شروع کی تھی۔ پشاور پولیس نے گزشتہ سال وڈیو میں نظر آنے والے مرد جس کی شناخت محمد علی کے نام سے ہوئی کو گرفتار کیا تھا۔ ملزم محمد علی نے پشاور ہائی کورٹ میں ضمانت کی عرضداشت داخل کی تھی۔ گزشتہ ہفتہ ملزم محمد علی کی ضمانت کی درخواست مسترد کردی گئی۔

نوبل انعام یافتہ سوات کی بیٹی ملالہ یوسف زئی نے اس ظلم کی داستان ''گل مکئی'' کے نام سے بی بی سی اردو کی ویب سائٹ پر تحریر کی تھی، یوں دنیا ملالہ سے واقف ہوئی تھی۔ طالبان کے جنگجوؤں نے ملالہ کی جان لینے کی کوشش کی تھی مگر وہ زندہ بچ گئیں۔

طالبان کے نظریات سے متاثرہ گروہ آج تک ملالہ سے نفرت کے بیانیہ پر زور دیتا ہے۔ ملالہ نے افغانستان کی خواتین کی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ افغانستان کی حکومت آدھی آبادی کو ناخواندہ اور گھروں میں بند رکھنا چاہتی ہے۔

اقوامِ متحدہ کی ایک رپورٹ میں افغانستان میں پھر ایک ممکنہ انسانی المیہ کے خدشہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغانستان کی آدھی آبادی بھوک کا شکار ہوگئی ہے۔ اقوامِ متحدہ سے ملحق غیر سرکاری تنظیم (N.G.O) ورلڈ فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن کی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اقوامِ متحدہ اور دیگر بین الاقوامی تنظیموں نے افغانستان میں امدادی پروگراموں پر کروڑوں ڈالر خرچ کیے ہیں مگر صورتحال بدستور تشویش ناک ہے، افغانستان کی حکومت انتظامی صلاحیتوں سے محروم ہے۔

پاکستان کے سابق وزیر اعظم عمران خان طالبان کے نظامِ حکومت کے گرویدہ ہیں۔ انھوں نے اسلام آباد میں اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں کہا تھا کہ ''افغان کلچر میں عورت کی ایک مخصوص حیثیت ہے جس پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔'' افغانستان میں خواتین پر لگائی جانے والی پابندیوں سے اس ملک میں انسانی المیہ کے امکانات بڑھ رہے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

سابقہ فاٹا میں خواتین کے حقوق

مسعود شاہ

پاکستان میں عدل وانصاف کی مخدوش حالت کے پیش نظر اس معاشرے کے مرد نالاں ہیں ہم خواتین کی کیا بات کریں لیکن پاکستان کی 52 فیصد آبادی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اگر پاکستان کے شہری علاقوں کی بات کریں تو حقوق کے بارے خواتین میں کچھ نہ کچھ شعور ضرور پایا جاتا ہے لیکن جو حالت ہونا چاہئے تھی وہ بالکل بھی تسلی بخش نہیں۔ ہم اس تحریر میں ضم شدہ اضلاع کے بارے میں بات کریں گے جن کو تعلیم کے حصول، صحت کی سہولیات اور اپنے بنیادی حقوق کے بارے میں واجبی سی آزادی ہے جبکہ ان تمام چیزوں کی کمی بڑی شد و مد سے محسوس کی جا رہی ہے۔ ہر معاشرے کے کچھ اپنے خدوخال، رسوم ورواج اور زندگی گزارنے کا طریقہ ہوتا ہے، اسی طرح سابقہ فاٹا کا بھی اپنا ایک انداز تھا جس کے تحت وہاں کے مرد وزن زندگی گزارتے تھے۔ ہم اگر خواتین کی بات کریں تو زیادہ تر پختون معاشرے میں خواتین کو گھر گھرستی تک محدود کر دیا جاتا تھا جس کا کام ہانڈی چولھا دیکھنا، کپڑے دھونا، بچوں کی دیکھ بھال اور دیہی علاقوں میں کھیتی باڑی کے دوران مرد کا ہاتھ بٹانا تھا۔ ذرا دور بدلا تو شہری و دیہی علاقوں میں بھی خواتین کا شعور جاگ گیا اور اس کا سبب علم کا حصول بنا جس نے نہ صرف معاشرے کے سوچنے کا انداز بدلا بلکہ یہاں کی عورت خود مختار ہونے لگی۔ آج ایک عورت معاشرے میں مرد کے شانہ بہ شانہ کام کر رہی ہے اس سے بڑی مثال کیا ہوسکتی ہے کہ پاکستان کی مقننہ میں خواتین کی تعداد کم ہی سہی لیکن ان کی آواز موجود ضرور ہے جو اپنے حقوق کے لئے بلند ہوتی ہتی ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم سابقہ فاٹا میں خواتین کا حال دیکھ لیں تو کچھ اتنا متاثر کن نہیں نہ تو اس قبائلی معاشرے میں ان کی سنی جاتی ہے اور نہ کسی جرگے، فیصلے اور اہم امور کی انجام دہی میں ان کا کوئی کردار ہوتا ہے۔ سابقہ فاٹا کا معاشرہ خالصتاً مرد کا معاشرہ ہے جہاں عورت کو کسی بھی فیصلے کے خلاف لب کشائی کی اجازت نہیں چاہے وہ اس کے خلاف (چغہ یا غگ) کا ہی الزام کیوں نہ لگے۔ ان تمام باتوں سے واضح یہ ہوتا ہے کہ جب تک تعلیم وہنر، شعور وآگہی کے بیج ان اذہان میں بوئے نہیں جائیں گے تب تک فاٹا کا مرد اور خاص طور پر خواتین کا کردار صفر ہی رہے گا۔ عورت بھی ایک انسان ہے اس کے بھی احساسات اور جذبات ہوتے ہیں، ہم نے اس 21 ویں صدی میں انھیں کسی چیز کی طرح ہی برتا ہے جو کہ انسانی فطرت کے بالکل ہی خلاف ہے۔ ایک زمانے سے اس خطے کی عورت کو حصول علم سے کوسوں دور رکھا گیا لیکن جب یہاں کے روشن خیال اور علم کی شمع سے محبت کرنے والے مردوں نے اپنی اولادوں کو پڑھانا شروع کیا تو دہشت گردی نے اس دیئے کو بجھانے کی حتی الوسع کوشش کی۔ جس میں وہ کامیاب بھی رہے اور آج بھی ان علاقوں میں لاتعداد سکولز تباہ حال پڑے ہیں جس کی وجہ سے مرد تو مرد ایک پورے نسل کی ماں شعوری طور پر جاگ نہ سکی جو کہ ایک اندہ ناک المیہ ہے۔

پیپلز پارٹی کے دور میں ان علاقوں کی خواتین پہ مشتمل ایک 30 رکنی تنظیم ضرور بنی تھی لیکن بعد میں چند نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ کچھ خاطر خواہ نتائج نہ دے سکی۔ اگر آج بھی سابقہ فاٹا کی خواتین کی راہنمائی کی جائے اور ان کو علم وہنر میں دلچسپی کے ساتھ ساتھ ان کے بنیادی حقوق بارے آگاہ کیا

> آج کے دور میں بھی ان کے بنیادی حقوق سے وہ بے خبر ہے، وہ ایک روایتی عورت کی طرح ہانڈی چولھے کو اپنا کل کائنات سمجھتی ہے جبکہ زچگی کے دوران آج بھی سب سے زیادہ متاثرہ خواتین بھی اسی خطے کی ہیں۔

جا سکے تو بہت جلد وہ فاٹا کے مردوں کے ساتھ ایک صف میں کھڑی ہو کر اپنے علاقے کی سوئی ہوئی قسمت جگا سکتی ہے۔ وہ ایک پڑھی لکھی اور سلجھی ہوئی ماں بن کر آنے والی نسل کو کامیابی کی راہوں پہ ڈال سکتی ہے جن کے دم سے یہ خطہ گل وگلزار ہوسکتا ہے۔ آج کے دور میں بھی ان کے بنیادی حقوق سے وہ بے خبر ہے، وہ ایک روایتی عورت کی طرح ہانڈی چولھے کو اپنا کل کائنات سمجھتی ہے جبکہ زچگی کے دوران آج بھی سب سے زیادہ متاثرہ خواتین بھی اسی خطے کی ہیں۔ جن کو نہ ہائی جین کا علم ہے نہ حمل کے دوران احتیاطی تدابیر کا اور نہ زچگی کے بعد رونماء ہونے والے حالات اور ان سے نمٹنے کا کوئی علم ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ آج کل اس خطے کی قلیل آبادی کے پاس بڑا پیسہ آیا ہے جن کے اہل واعیال کا ذرا بھی تکلیف ہو تو شہر کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں پہنچ جاتے ہیں لیکن وہی بات کہ لاعلمی کی وجہ سے شہری قصاب خانوں میں ان کی الٹی چھری اتاری جاتی ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کی اتنی استطاعت نہیں کہ وہ اس طرح کی شہ خرچیاں برداشت کر سکیں۔ جب تک سابقہ فاٹا میں خواتین کو خود مختار نہیں کیا جاتا، ان کی نمائندگی ہر فورم پر یقینی نہیں بنائی جاتی اور ان کے خلاف الزام تراشی کی بنیاد پر ایکشن لینے کا سلسلہ بند نہیں کیا جاتا تب تک وہاں کی عورت اندھیروں میں بھٹکتی پھرے گی۔ وہاں کی عورت کو مضبوط بنانے کے لئے اور اس کو اس کا جائز حق دلانے کے لئے سب سے پہلے تو علم کی ضرورت ہے ہی لیکن سابقہ فاٹا میں جب تک عدل وانصاف کا نظام خود مضبوط نہیں ہوگا تو خواتین کو اپنے حق کے حصول واسطے کس منصف کا دروازہ کھٹکھٹانا ہوگا؟ اس کے علاوہ فاٹا کی پڑھی لکھی خواتین کو کسی بھی ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے ایسے سیمینارز اور پروگرامز منعقد کرنا ہونگے جس کے ذریعے اس علاقے کی عورت میں خود مختار اور خوشحال زندگی گزارنے کا احساس اجاگر کیا جا سکے۔ ان کو ان کے بنیادی حقوق سے آگاہی کے ساتھ ساتھ بچوں کی نگہداشت، جدید خطوط پر استوار گھر گھرستی کے علاوہ اپنے خطے کے سیاسی وسماجی معاملات میں حصہ لینے کے قابل بھی بنایا جا سکے۔ ہم نے اگر اس بدلتے دور میں انھیں ان کے حقوق نہ دیئے ان کو وراثت میں حصہ دینے سے احتراض کیا، ان کو اپنی ازدواجی زندگی کا فیصلہ لینے میں خاموش ہی رکھا، انھیں علم کے حصول اور باہمی صلاح ومشورہ سے کوئی نوکری یا روزگار شروع کرنے سے منع کرتے رہے تو آنے والے 200 سال بعد بھی ہم اسی طرح باقی دنیا سے پیچھے ہی رہیں گے۔ اگر دیکھا جائے تو ہمارے بہت سارے نظر انداز کئے گئے علاقوں میں بلا کا Potential ہے ہم اپنے ان علاقوں اور ان کے باسیوں میں سے ایسے ہیرے وجواہر تلاش کر سکتے ہیں جن کی نظیر نہیں ملے گی لیکن بس ذرا سی کوشش کی ضرورت ہے اور ام کا حق بھی ہے خصوصاً خواتین کا کہ ہم اپنی ان ماؤں بہنوں کو علم کے سات ساتھ ان کا حق دلا سکیں۔

ایچ آر سی پی شکایات مرکز کی سہ ماہی رپورٹ

(جنوری سے مارچ 2022)

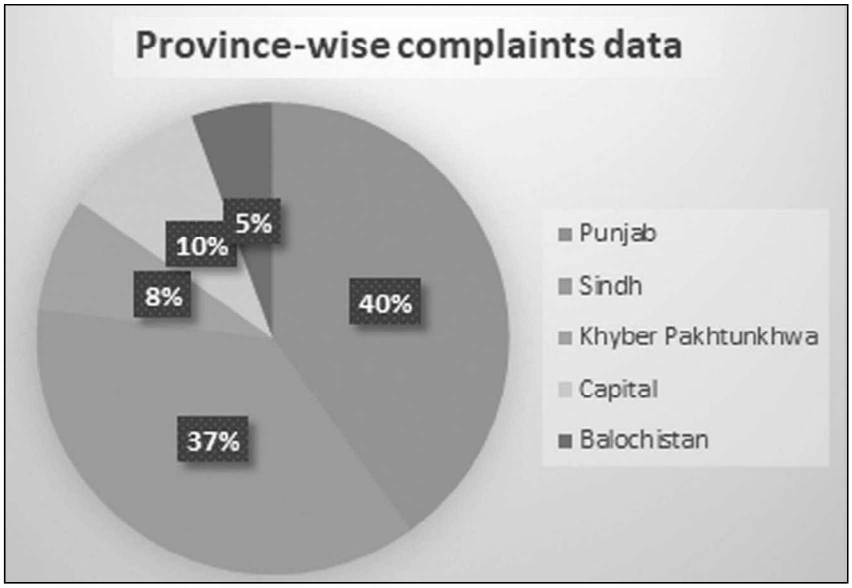

2022 کی پہلی سہ ماہی کے دوران، ایچ آر سی پی نے 322 شکایات درج کیں۔ سب سے زیادہ شکایات پنجاب سے وصول ہوئیں جن کی تعداد 129 تھی، جس کے بعد سندھ میں 119، خیبر پختونخوا میں 25 اور بلوچستان میں 18 شکایات موصول ہوئیں اور ان پر کارروائی کی گئی۔ حیرت کی بات نہیں ہے کہ سب سے زیادہ شکایات صنفی بنیاد پر تشدد کے زمرے میں درج کی گئیں، جس میں کووڈ 19 وبائی مرض کے آغاز کے بعد سے اضافہ نظر آیا ہے۔ گھریلو تشدد کے معاملات میں اضافہ، جسے عام طور پر معاشرے کی طرف سے خاندانی مسئلہ قرار دیا جاتا ہے، مستقل طور پر برقرار رہا۔ سول سوسائٹی کی جانب سے سوشل میڈیا کے استعمال اور حکومت کی جانب سے چارہ جوئیوں میں بہتری کی وجہ سے شعور میں اضافے کے باوجود، خواتین کو بظاہر بہت کم ریلیف ملا۔ شواہد کے سخت تقاضے، قانون نافذ کرنے والے اداروں میں حساسیت کی کمی اور خاندان کے افراد کے خلاف رپورٹنگ سے منسلک بدنظمی نے خواتین میں گھریلو اور معاشی تشدد کے واقعات رپورٹ کرنے کی حوصلہ شکنی کی۔ ان عوامل کے باوجود، زیر جائزہ مدت کے دوران جی بی وی کی 44 شکایات سامنے آئیں، جن میں زیادہ تر قریبی رشتہ داروں کی طرف سے جسمانی استحصال کی شکایت کی گئی۔ جی بی وی سے متاثر افراد جنہوں نے ایچ آر سی پی سے رابطہ کیا وہ حکومتوں اور خواتین سے متعلق قوانین کے ذریعے متعارف کرائے گئے رپورٹنگ اور ریلیف کے طریقہ کار سے واقف نہیں تھے۔ وراثت اور کام کی جگہ پر ہراساں کیے جانے کے معاملات میں خواتین کو ریلیف فراہم کرنے کے لیے بنائے گئے زیادہ تر سرکاری ادارے وسائل سے محروم رہے۔ پنجاب محتسب کے دفتر نے این جی اوز کے ساتھ مل کر صوبے بھر میں اپنے دفتر میں دستیاب خدمات کے بارے میں آگاہی پیدا کرنے کے لیے کچھ کوششیں کیں لیکن وہ صرف چند اضلاع میں آگاہی سیشنز کا انتظام کرنے میں کامیاب رہے۔

جی بی وی ڈبلیو کے کچھ معاملات میں، ہم نے کامیابی کے ساتھ متعلقہ سرکاری محکموں کو شکایت کنندہ بننے پر قائل کیا کیونکہ زیادہ تر معاملات میں خواتین کے پاس اپنے کیس لڑنے کے لیے نہ تو وسائل تھے اور نہ ہی معلوما

"ایچ آر سی پی جو کیسز متعلقہ محکموں کو ارسال کیے ان کے ذریعے 17 خواتین نے اپنے بچوں کی تحویل اور اخراجات کا حق حاصل کیا، دس بدسلوکی کی شادیوں سے باہر آسکیں، چھ سسرالیوں کے تشدد کا شکار، بعض صورتوں میں سابق سسرال والوں کے تشدد سے متاثرہ، کو پولیس کے ذریعے تحفظ فراہم کیا گیا اور پناہ گاہ فراہم کی گئی۔ تنازعات کے متبادل حل کے ذریعے کافی تعداد میں معاملات کو حل کیا گیا خاص طور پر جہاں والدین کے بیچ طلاق کے بعد والد اپنی ماؤں کے ساتھ رہنے والے بچوں کو کفالت ادا نہیں کر رہے تھے۔ خواتین کے وراثت کے مسائل صوبائی محتسب کے دفاتر کے تعاون سے حل کیے گئے۔"

اِس سہ ماہی میں بھی کم عمری کی شادیوں کا مسئلہ برقرار رہا۔ بعض صورتوں میں اقلیتوں کی لڑکیوں کو زبردستی اسلام قبول کر کے ان کی اغوا کاروں سے شادی کر دی جاتی ہے۔ لیکن یہ مسلمانوں میں بھی رائج ہے۔

"جنوبی پنجاب میں، ایچ آر سی پی کی مداخلت سے ایک کم عمر (12 سال کی) لڑکی کی اس سے دوگنا عمر کے مرد سے شادی کو روک دیا گیا۔ اس نے اس علاقے میں ایک اچھی مثال قائم کی جہاں بچوں کی بڑی تعداد میں شادیاں معمول کے مطابق ہوتی ہیں۔ لوگوں کو معلوم ہوا کہ بچپن کی شادی ایک جرم ہے اور اس جرم میں ملوث والدین کو سزا دی جاسکتی ہے۔ اس معاملے میں دولہا اور اس کے والد کو جیل بھیج دیا گیا تھا۔ خانیوال میں اسی طرح کے ایک کیس میں نو سالہ بچی کی جبری شادی کا خطرہ تھا۔ ایچ آر سی پی نے پولیس کو مطلع کیا، شادی روک دی گئی اور مجرموں کو جیل بھیج دیا گیا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ 173 جی بی وی شکایات مردوں کی طرف سے درج کروائی گئیں۔ خاندان کے کسی فرد کے خلاف رپورٹنگ سے منسلک دقیانوسی سماجی سوچ، خواندگی کی کمی، متعلقہ معلومات کی کمی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ خواتین میں نقل وحرکت کا فقدان انہیں متعلقہ اداروں تک پہنچنے کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

زیر جائزہ شدہ مدت کے دوران، شکایت درج کرانے کا سب سے مقبول طریقہ واک اِن شکایت کنندگان کے ذریعے رہا ہے جو پاکستان کی بڑی تعداد میں ویکسین یافتہ آبادی اور کووڈ-19 پابندیوں میں نرمی کی وجہ سے ممکن ہوا ہو۔

زیر جائزہ مدت کے دوران کراچی کو 50 شکایات موصول ہوئیں جن میں سے 27 کو حل کیا گیا۔ زیادہ تر مقدمات خواتین کے خلاف جسمانی اور نفسیاتی تشدد سے متعلق تھے۔ جبری گمشدگی کے پانچ مقدمات درج کیے گئے جن میں سے ایک شخص بازیاب ہو گیا۔

ایچ آر سی پی حیدرآباد ریجن کو 69 شکایات موصول ہوئیں جن میں سے 17 شکایات جی بی وی جسمانی تشدد کے زمرے میں تھیں۔ ان میں سے 58 لوگوں کو ایچ آر سی پی کے ذریعے ریلیف دیا گیا، جب کہ 11 شکایات پر ابھی کارروائی جاری ہے۔

بلوچستان میں مجموعی طور پر 18 کیسز موصول ہوئے، جن میں اکثریت جبری گمشدگیوں کی تھی، جو کہ خاص طور پر نوشکی اور پنجگور میں بلوچستان میں فوجی چوکیوں پر ہونے

والے دوحملوں کی وجہ سے پچھلی سہ ماہی کے مقابلے میں دوگنا زیادہ ہیں۔ ایچ آر سی پی کو پچھلے سالوں میں بڑی تعداد میں جبری گمشدگی کی شکایات موصول ہوئی تھیں لیکن پچھلے کچھ سالوں کے دوران شکایات کی تعداد میں شدید کمی آئی ہے۔ لاپتہ افراد کے اہلِ خانہ کو مبینہ طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ کیسز کی اطلاع کسی بھی ادارے کو نہ دیں کیونکہ اس کے سنگین نتائج نکل سکتے ہیں۔ شکایات کے اعداد وشمار کے مطابق، کچھ لاپتہ افراد واپس آچکے ہیں لیکن اِس سہ ماہی میں کچھ اور لاپتہ ہوئے ہیں۔

ملتان دفتر کو کل 48 شکایات موصول ہوئیں جن میں جی بی وی کیے مختلف زمروں میں سب سے زیادہ کیس رپورٹ ہوئے۔ عام طور پر جبری مزدوری کے واقعات کے مرکز، ملتان میں ایچ آر سی پی نے اس سہ ماہی کے دوران مزدوروں کے حقوق کا صرف ایک کیس ریکارڈ کیا۔

گلگت دفتر کو گلگت بلتستان کے تمام اضلاع سے کل 13 شکایات موصول ہوئیں جن میں سے 6 شکایات مرد اور 7 خواتین کی جانب سے درج کی گئیں۔ گلگت میں شکایت کنندگان کی اکثریت واک ان شکایت کنندگان کی تھی۔ اس سہ ماہی کے دوران اس خطے میں سائبر کرائم سے متعلق معاملات میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ **شکایت سیل نے جی بی میں سول سوسائٹی کو متحرک کیا جہاں بیوی کے قتل کے ملزم کو ضمانت مل گئی۔ اجتماعی آواز کے نتیجے میں ملزم کو گرفتار کرلیا گیا اور مقدمہ کی کارروائی جاری ہے۔**

مزدوروں کے حقوق کی خلاف ورزی کے زیادہ تر مقدمات متعلقہ لیبر کورٹس کو بھیجے گئے۔ لیکن ایسے معاملات میں جس میں انتظامیہ نے غیر قانونی طور پر کسی ملازم کی تنخواہ روک دی تھی، ایچ آر سی پی تنخواہ جاری کروانے اور شکایت کنندہ کو بقایا جات ادا کرنے میں کامیاب رہا۔ میر پور خاص میں ایچ آر سی پی کی مسلسل کوششوں سے ایک ہی خاندان کے

کے پی کے دفتر نے افغان مہاجرین سمیت کچھ بے وطن افراد کو شہریت کی دستاویزات حاصل کرنے کے عمل میں سہولت فراہم کی۔ خاص طور پر سرحدی علاقوں میں سی این آئی سی یا افغان مہاجرین کا کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں پولیس ہراساں کر رہی تھی۔ ایک کیس میں، ایک پاکستانی خاتون جس کا شناختی کارڈ اس کے مرحوم شوہر کی بیوی کے طور پر بنایا گیا تھا جو کہ ایک افغان مہاجر تھا، نادرا کی طرف سے اس کی ازدواجی حیثیت تبدیل کرانے میں مدد کی گئی۔

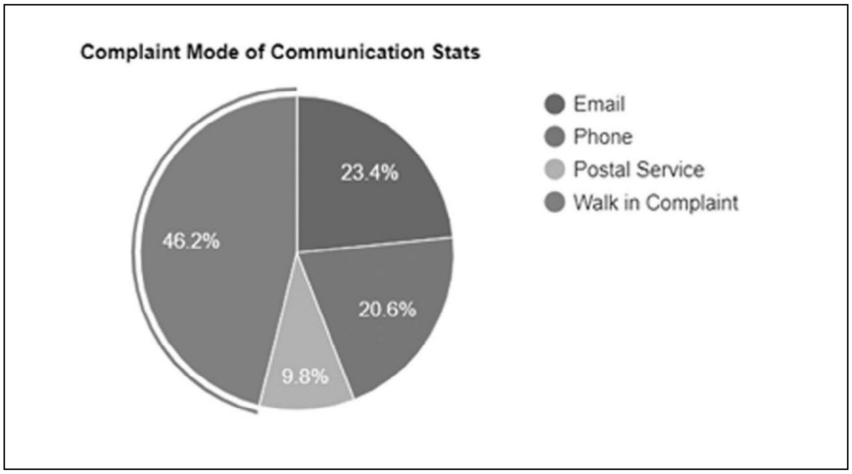

22 افراد کو جبری مزدوری کی زنجیروں سے باہر نکالا گیا۔ بدین اور نواب شاہ میں بھی کچھ مزدوروں کو رہا کروایا گیا۔

Over and above complainants, HRCP was approached by several government and non-governmental institutions to learn about the processes and best practices of the complaint cell. Some are starting similar kind of services and some wanted advice how to improve their redressal pathways.

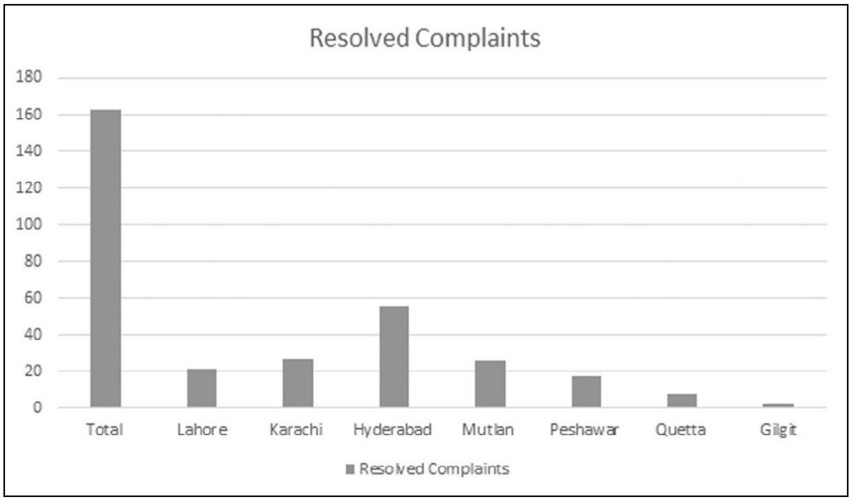

کے پی کے دفتر نے افغان مہاجرین سمیت کچھ بے وطن افراد کو شہریت کی دستاویزات حاصل کرنے کے عمل میں سہولت فراہم کی۔ خاص طور پر سرحدی علاقوں میں سی این آئی سی یا افغان مہاجرین کا کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں پولیس ہراساں کر رہی تھی۔ ایک کیس میں، ایک پاکستانی خاتون جس کا شناختی کارڈ اس کے مرحوم شوہر کی بیوی کے طور پر بنایا گیا تھا جو کہ ایک افغان مہاجر تھا، نادرا کی طرف سے اس کی ازدواجی حیثیت تبدیل کرانے میں مدد کی گئی۔ وہ کافی عرصے سے یہ کام نہیں کر پا رہی تھی اور یہ اس کے لیے روزانہ کی بنیاد پر کئی مسائل پیدا کر رہا تھا۔

ہم نے متعلقہ حکام کو ان تمام معاملات میں خط لکھا جو ایچ آر سی پی کے دائرہ اختیار کے تحت آتے ہیں۔ حکام نے 31 فیصد معاملات میں جواب دیا۔ پنجاب اور سندھ پولیس سب سے زیادہ تعاون کرنے والوں میں تھی کیونکہ 27 فیصد جوابات ان کی طرف سے آئے۔ خواتین شکایت کنندگان کو انصاف ملنے کے امکانات کم رہے۔ ہمارا فوجداری عدالتی نظام ریاست سے چلنے کے بجائے شکایت کنندہ پر مبنی ہے۔ خواتین معاشرے کا کمزور دھڑا ہونے کے ناطے شاذ و نادر ہی اپنے کیس لڑنے کے لیے وسائل رکھتی ہیں اس لیے زیادہ تر معاملات میں سمجھوتہ کیا جاتا ہے۔

شکایت کنندگان کے علاوہ، کئی سرکاری اور غیر سرکاری اداروں نے شکایت مرکز کے طریقہ کار اور بہترین رجحانات کے بارے میں جاننے کے لیے ایچ آر سی پی سے رابطہ کیا۔ کچھ اسی قسم کی خدمات شروع کر رہے ہیں اور کچھ مشورہ چاہتے ہیں کہ شکایات کنندگان کو ریلیف دینے کے لیے ان کے بنائے گئے نظام کو کیسے بہتر بنایا جائے۔

قدرتی آفات اور گلگت۔ بلتستان حکومت کی غفلت

اسرار الدین اسرار

گلگت بلتستان چاروں طرف بلند و بالا پہاڑوں، تند و تیز دریاوں، ندی نالوں اور دیوہیکل گلیشرز میں گرا ہوا علاقہ ہے۔ یہاں سال بھر اور خصوصاً موسم گرما میں گلیشرز کے پھٹنے اور برفانی تودوں کے گرنے کے واقعات کے علاوہ خوف ناک سیلابی ریلوں کی آمد ندی نالوں میں طغیانی، چھوٹے بڑے پہاڑوں کے سرکنے یا مٹی کے تودے گرنے یا زلزلے کے نتیجے میں ہونے والی سلائیڈنگ جیسی قدرتی آفات کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا گلگت بلتستان قدرتی آفات کی آماجگاہ ہے۔

مذکورہ قدرتی آفات کے نتیجہ میں علاقہ میں بنیادی مواصلاتی نظام درہم برہم ہونے کے ساتھ ساتھ سالانہ اہم سڑکوں، پلوں، فصلوں، میوہ جات، نجی املاک اور انسانی جانوں کو ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچتا رہتا ہے۔ سینکڑوں لوگ بے گھر ہوجاتے اور ان کی مشکلاقات میں بے پناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ ان حالات سے نمٹنے کے لئے آج تک حکومتی سطح پر باضابطہ کوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی ہے۔ جب یہ آفات وقوع پذیر ہوتی ہیں تو شور شرابہ ہوتا ہے اس کے بعد خاموشی چھا جاتی ہے۔ قدرتی آفات سے نمٹنے اور موسمیاتی تبدیلیوں کے نتیجہ میں رونما ہونے والی تبدیلیوں سے متعلق آگاہی پر بظاہر چند سرکاری و غیر سرکاری ادارے کام تو کرتے ہیں مگر ان سب کے پاس جدید ٹیکنالوجی، مطلوبہ مشینری، ٹیکنکی و مالی اور انسانی وسائل دستیاب نہیں ہیں جن کے ذریعہ بروقت اقدامات سے ان آفات کے نقصانات کو کم سے کم کرنے یا ان کا کماحقہ ازالہ کیا جاسکے۔

گذشتہ روز مشہور ششپر گلیشئر کے پگھلنے سے حسن آباد نالے میں جو طغیانی پیدا ہوئی تھی اس کی وجہ سے شاہراہ قراقرم (سی پیک) میں حسن آباد کے مقام پر انتہائی سٹریٹیجک اہمیت کا حامل پل کے منہدم ہونے کے نتیجے میں جہاں سی پیک پر آمد ورفت رک گئی ہے وہاں سیاحت متاثر ہونے کے علاوہ مواصلاتی نظام، واٹر چینلز، بجلی گھروں سمیت مقامی آبادی کی فصلوں، نجی املاک اور درختوں کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ دریں اثناء سیاحوں سے بھری ایک گاڑی متبادل اور تنگ راستے سے گزرتے ہوئے حادثہ کا شکار ہوئی ہے جس سے کئی سیاح زخمی ہوئے ہیں۔ اس سے قبل ہنزہ میں عطاء آباد کا دلخراش واقع اور دیگر واقعات کی بری یادیں اب تک لوگوں کے دلوں میں تازہ ہیں۔ بارہ سال قبل وقوع پذیر ہونے والے عطاء آباد کے واقع کے ہزاروں بے گھر افراد آج بھی کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اسی طرح دیامر، غذر بلتستان اور استور میں بھی قدرتی آفات سے متاثرہ سینکڑوں خاندان اب بھی عارضی پناہ گاہوں میں مقیم انتہائی مشکل حالات کا سامنا کر رہے ہیں۔ ماضی میں دینور آر سی سی پل اور جگلوٹ کے مقام پر کے کے ایچ پر واقع پل ٹوٹنے کے واقعات بھی آج تک

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت مذکورہ حادثہ کے نتیجے میں حسن آباد کے مقام پر پیدا ہونے والی صورتحال پر قابو پانے، شاہراہ قراقرم پر آمدورفت سمیت بجلی و پانی کا نظام بحال کرنے، امدادی سرگرمیوں کو تیز کرنے اور مقامی آبادی کے نقصانات کے ازالے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کرے۔

لوگوں کو یاد ہیں۔ گذشتہ سال بارشوں کی وجہ ہزاروں سیاح گلگت بلتستان میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ جیسے حالیہ حسن آباد واقع کے بعد بھی سیاحوں کو بہت زیادہ مشکلات پیش آئی ہیں۔ ہنزہ میں اشیائے خورد و نوش اور تیل کی قلت کا سامنا ہے۔ متبادلہ راستہ پرخطر اور دشوار گزار ہونے کی وجہ سے مقامی لوگوں اور سیاحوں کو سفر میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ ایسی صورتحال کا ہر سال اس علاقہ کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک طرف حکومت سیاحت کو فروغ دینے کے راگ الاپتی ہے دوسری طرف ان حادثات سے نمٹنے سے متعلق حکومت کی مجرمانہ غفلت ہمہ وقت عیاں رہتی ہے۔ ان تمام قدرتی آفات میں دیکھا یہ گیا ہے کہ بروقت تیاری اور منصوبہ بندی سے ممکنہ نقصانات کو کم سے کم کیا جاسکتا ہے لیکن حکومتی عدم توجہی اور نااہلی کی وجہ سے ان آفات کے نقصانات بڑھ جاتے ہیں۔ بروقت تیاری تو دور کی بات حادثات رونما ہونے کے بعد بھی حکومت اور ذمہ دار محکمے بروقت رسپانس کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ اگر بادل ناخواستہ افسر شاہی اور منتخب نمائندے قدرتی آفات سے متاثرہ جگہ پہنچ بھی جائیں تو ان کو اپنے پروٹوکول کی فکر لگی رہتی ہے۔ ماتحت عملہ ان کو ایسے مواقعوں پر بھی سرخ قالین بچھا کر استقبال کرنے کا بھرپور اہتمام کرتا ہے جو کہ متاثرہ لوگوں کے زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے۔ حالیہ حسن آباد واقع کے بعد بھی سرکار کا یہ عمل دیکھنے کو ملا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت مذکورہ حادثہ کے نتیجے میں حسن آباد کے مقام پر پیدا ہونے والی صورتحال پر قابو پانے، شاہراہ قراقرم پر آمدورفت سمیت بجلی و پانی کا نظام بحال کرنے، امدادی سرگرمیوں کو تیز کرنے اور مقامی آبادی کے نقصانات کے ازالے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کرے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ حسن آباد پل کے ٹوٹنے کے واقع کی شفاف تحقیقات کرے اور ذمہ داروں کو قرار واقعی سزا دے نیز مستقبل میں ایسے واقعات سے نمٹنے کے لئے مربوط اور ٹھوس منصوبہ بندی بھی کرے۔

موسمیاتی تبدیلیوں کے نتیجہ میں اب ایسی قدرتی آفات کے خدشات پہلے سے زیادہ بڑھ گئے ہیں جس کے لئے اگر بروقت تیاری و منصوبہ بندی نہیں کی گئی تو مستقبل میں مزید کئی گنا زیادہ نقصانات و مشکلاقات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس ضمن میں گلگت بلتستان ڈیزاسٹر مینجمنٹ کا ادارہ غیر سرکاری اداروں کے ساتھ ملکر ایک حکمت عملی تیار کرے۔ جس کے لئے حکومت کو ان اداروں کی فعالیت کے لئے ترجیحی بنیادوں پر وسائل کی فراہمی کے علاوہ اس شعبے کے ماہرین سے مشاورت کے ساتھ ایک مربوط اور جامع پالیسی مرتب کرنی ہوگی۔

خودمختار و فعال بلدیاتی ادارے عوام کی خوشحالی کے ضامن ہیں

محمد سعید بلوچ

ترقیاتی یافتہ ممالک میں بلدیاتی اداروں کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ عوام کو بنیادی سہولیات کی فراہمی اور ترقیاتی منصوبے بلدیاتی اداروں کے منتخب نمائندوں کے ذریعے عوامی مشاورت سے عوام کی ضروریات کے مطابق منصوبہ بندی سے کرائے جاتے ہیں جسکی وجہ سے ترقیاتی منصوبوں کے ثمرات سے حلقہ کے عوام مستفید ہوتے اور خوشحال ہوتے ہیں کیونکہ انہیں بنیادی سہولیات گھر کی دہلیز پر میسر ہوتی ہیں۔ ممبران صوبائی وقومی اسمبلی صرف قانون سازی کے ذریعے اپنے ملک کے لیے بہتر خارجہ پالیسی اور عوام کو بنیادی سہولیات کی فراہمی اور شہریوں کو بہتر بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے لیے قانون سازی کرتے ہیں جسکی وجہ سے آن ممالک کا شمار ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے اور وہاں کے باشندوں کو تمام بنیادی سہولیات میسر ہوتی ہیں اور عوامی نمائندے خلوص محنت، لگن اور ایمانداری سے اپنے عوام کی خدمت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن پاکستان اور بالخصوص بلوچستان میں بلدیاتی اداروں کے انتخابات رسمی طور پر کرائے جاتے ہیں۔ صوبائی حکومت بلدیاتی اداروں میں ترقیاتی منصوبوں کے لیے گرانٹ کی فراہمی پر توجہ نہیں دیتی اور نہ ہی بلدیاتی اداروں کے منتخب نمائندوں کے اختیارات کا تعین کرتی ہے جس کی وجہ سے بلدیاتی اداروں کے نمائندے عوام کی توقعات پر پورا نہیں اترتے اور مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

صوبائی حکومتوں کی عدم توجہی، گرانٹ اور اختیارات کی عدم فراہمی کی وجہ سے بلدیاتی اداروں کی ساکھ پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں جس سے بلدیاتی اداروں کی ساکھ متاثر ہو رہی ہیں اور عوام کا بلدیاتی اداروں سے اعتماد بتدریج ختم ہو رہا ہے جس کی وجہ سے 29 مئی کو بلوچستان میں ہونے والے بلدیاتی اداروں کے انتخابات میں عوام کی دلچسپی کم ہے۔

بلدیاتی اداروں کے انتخابات شیڈول کے مطابق باقاعدگی سے کرائے جائیں۔ بلوچستان میں تین سال کے طویل وقفے کے بعد بلدیاتی اداروں کے انتخابات کے شیڈول کا اعلان کیا گیا ہے۔ بلوچستان کے گرم علاقوں میں کافی گرمی ہوگی۔ گرم علاقوں کے اکثر لوگ موسم گرما میں دیگر سرد علاقوں میں منتقل ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے ٹرن آوٹ کم ہوگا۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک کوئی کام بھی منصوبہ بندی سے نہیں کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ہم ترقی اور خوشحالی کے بجائے مشکلات اور مصائب سے دوچار ہیں۔ بلوچستان میں قبائلی تنازعات کی بڑی وجہ بلدیاتی اداروں کے انتخابات رہے ہیں۔ بلوچستان میں قبائلی تنازعات کے باعث بڑی تعداد میں قبائلی عمائدین اور شہریوں کی قیمتی جانوں کا ضیاع، نفرت کی فضا میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بھائی چارے، باہمی رواداری، اخوت، محبت اور قبائلی روایات پر منفی اثرات کی وجہ سے بلوچستان جو قبائلی روایات کی وجہ سے امن آشتی کا گہوارہ اور صوبے میں بسنے والے مختلف قبائل کا گلدستہ تھا، قبائلی تنازعات کی وجہ سے مزید پستی اور پسماندگی کا شکار بنتا جا رہا ہے۔

بلوچستان کے عوام 29 مئی کو ہونے والے انتخابات میں باہمی رواداری، بھائی چارے اور اپنے سیاسی نظریات اور امیدواروں کی کارکردگی اور عوام کی خدمت کے جذبہ سے سرشار امیدواروں کو ووٹ دیں۔ ووٹ کا حق اپنے ضمیر کے مطابق استعمال کریں جو ہر شہری کا بنیادی حق ہے۔ ووٹ کی خاطر کسی سے گلہ شکوہ اور ناراضگی مول نہ لیں۔ ہمارے سیاستدان جو ایک دوسرے کے خلاف الزامات کی بوچھاڑ اور جس طرح ماضی میں غیر اخلاقی زبان استعمال کرتے رہے ہیں لیکن آج اقتدار میں سب اکٹھے بیٹھے ہیں۔ اس عمل سے ہمیں سبق حاصل کرتے ہوئے اپنے عزیز اقارب کو ووٹ کی خاطر ناراض نہ کریں۔ بلدیاتی انتخابات کے سرگرمیاں شروع ہوچکی ہیں بلدیاتی انتخابات کی مہمیں سوشل میڈیا کے ذریعے چلائی جارہی ہیں۔ پوسٹرز چسپاں کرنے اور بینرز لگانے کا سلسلہ بھی شروع ہوچکا ہے۔ بلدیاتی انتخابات میں حصہ لینے والے امیدوار دکانوں اور دفاتر کے سائن بورڈ اور سرکاری عمارات پر پوسٹرز لگانے سے گریز کرتے ہوئے الیکشن کمیشن کے قواعد وضوابط کے مطابق شائستگی اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی انتخابی مہم چلائیں۔

انتخابی فہرستوں اور حلقہ بندیوں میں غلطیوں کی وجہ سے امیدواروں اور ووٹروں کو کافی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جہاں الیکشن کمیشن اور دیگر اداروں کی کوتاہی اور غفلت اس میں شامل ہے وہاں سیاسی جماعتوں اور کمیونٹی بھی بری الزمہ نہیں ہے۔ الیکشن کمیشن انتخابی فہرستوں میں درستگی کے تمام حلقوں میں ڈس پلے سینٹرز میں انتخابی فہرستوں میں ناموں اور غلطیوں کی درستگی کے لیے وقت دیتا لیکن اس وقت اس مسلئہ پر توجہ نہیں دیتے۔ اگر سیاسی جماعتیں اور کمیونٹی بروقت توجہ دیں تو شکایات کا کافی حد تک ازالہ ممکن ہو سکتا ہے۔ بلوچستان میں بڑی تعداد میں مردوں اور بالخصوص خواتین کے شناختی کارڈ بھی نہیں بنائے گئے ہیں۔ بلوچستان کی سیاسی جماعتیں، سماجی تنظیمیں، کمیونٹی اور این جی آویز بلوچستان میں 18 سال کی عمر کے تمام مرد اور خواتین کے شناختی کارڈ اور انتخابی فہرستوں میں انکے اندراج کو یقینی بنانے کے لیے عملی طور پر کام کریں تاکہ آنے والے عمومی انتخابات میں زیادہ سے زیادہ ووٹر اپنا حق رائے دہی استعمال کرسکیں۔ الیکشن کمیشن اور صوبائی حکومت کی بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ امیدواروں کو الیکشن کمیشن کے ضابطہ اخلاق کا پابند اور خلاف ورزی کے مرتکب امیدواروں کے خلاف تادیبی کاروائی کریں۔

مقتولہ کی نماز جنازہ ادا، بھائی گرفتار

اوکاڑہ رینالہ خورد کے نواحی گاوں پانچ ون آر اے میں بھائی حمزہ کے ہاتھوں قتل ہونے والی 22 سالہ ماڈل گرل ٹک ٹاکر سدرہ خالد کی نعش کو پوسٹ مارٹم کے بعد ورثا کے حوالے کر دیا گیا جس کی نماز جنازہ مذکورہ گاوں میں ادا کر دی گئی۔ مقتولہ کا بھائی حمزہ جائے وقوعہ سے فرار ہوگیا تھا جس کو بھی پولیس نے گرفتار کرلیا ہے۔ واضع رہے کہ ماڈل گرل سدرہ خالد ولد خالد محمود عرصہ چھ ماہ قبل والدین کی ڈانٹ ڈپٹ سے تنگ آ کر گھر سے چلی گئی تھی اور فیصل آباد میں ماڈلنگ کر رہی تھی اور ٹک ٹاکر کے طور پر مقبول تھی۔ جس کو چاند رات کو والدین نے فون پر بہلا پھنسلا کر گھر واپس بلایا اور اسے اپنا پیشہ چھوڑنے پر قائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جب سدرہ کسی صورت بھی اپنا پیشہ چھوڑنے پر راضی نہ ہوئی تو اس کے بھائی حمزہ نے رات گئے اسے سوتے ہوئے فائر مار کر ہلاک کر دیا تھا اور خود جائے واقعہ سے فرار ہوگیا۔ مقتولہ کی والدہ کی رپورٹ پر پولیس تھانہ رینالہ خورد سٹی نے مقدمہ درج کیا ہے اور مزید تفتیش کی جارہی ہے۔

(اصغر حسین حماد)

حکومت زمین ہتھیا لے تو لیڑی کے عوام کہاں جائیں گے؟

اورکزئی خیبر پختونخوا کی حکومت تحصیل لوئر ضلع اورکزئی کے علاقے فیروزخیل کے ایک گاؤں لیڑی کے باشندوں کی زمینوں پر زبردستی قبضہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے، مقامی لوگوں کو ان کی زمینوں سے غیر قانونی طور پر محروم کیا جا رہا ہے اور ان لوگوں کو تنگ اور ہراساں کیا جا رہا ہے۔ سرکاری اہلکار آ کر پیمائش کی غرض سے ان لوگوں کی زمینوں میں فیتے لگوا رہے ہیں۔ ان لوگوں کے مرد و خواتین کھیتوں میں کام کر رہے ہیں جبکہ سرکاری اہلکار دن دہاڑے ان کے کھیتوں میں بلا اجازت گھس کر مجرمانہ مداخلت کر رہے ہیں جو کہ مقامی روایات، اقدار اور ثقافت کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ گاؤں کے لوگ انتہائی غریب اور بے سہارا ہیں، ان کی تھوڑی تھوڑی سی زمینیں ہیں جو ان کے بال بچوں کے گزر بسر کیلئے ناکافی ہیں۔ گاؤں کے 99 فی صد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے بچوں کیلئے تعلیم، صحت اور زندگی کی دوسری سہولیات تو دور کی بات، دو وقت کی روٹی بھی نہیں خرید سکتے۔ اگر ایسے لوگوں کو اپنی ان کی زمینوں سے بھی محروم کر دیا گیا تو وہ کہاں جائیں گے، ان کو پناہ لینے کی جگہ بھی میسر نہیں ہو گی اور وہ کھلے آسمان تلے رہ کر در بدر اور ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ ان کے بچے و خواتین بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں گے اور جرائم پیشہ بن کر مستقبل میں معاشرے کیلئے ناسور ثابت ہوں گے۔ ''سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اگر ایک طرف ایک آدمی کے بچوں کو دو وقت کی روٹی نہیں مل رہی اوپر سے اس کو اگر اپنی تھوڑی سی زمین سے بھی محروم کر دیا جائے تو اس کا کیا حال ہو گا؟ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس گاؤں کے لوگ 2013ء میں حکومت کو کافی زمین دے چکے ہیں۔ اب ان کے پاس حکومت کو دینے کیلئے مزید زمین دستیاب نہیں ہے۔ چونکہ اس گاؤں کے لوگ کافی پریشان اور احساس محرومی کا شکار ہیں وہ اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کر رہے ہیں۔ دو روز قبل حکومت نے ان لوگوں سے زمین ہتھیانے اور ان کی آواز کو دبانے کیلئے اس گاؤں کے چند غریب کاشتکاروں کو گرفتار بھی کیا ہے۔ ذرائع نے مزید بتایا کہ درحقیقت محکمہ پولیس خیبر پختونخوا ضلعی انتظامیہ کی ملی بھگت سے ان زمینوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے حالانکہ اس علاقہ میں لیڑی کے علاوہ اور جگہوں پر بھی کافی زیادہ زمین پائی جاتی ہے۔ لیکن پولیس وہاں کی بجائے اسی علاقے میں تھانہ وغیرہ کے قیام کیلئے زمین ہتھیانے پر مصر دکھائی دے رہی ہے جو مقامی لوگوں کے ساتھ ظلم ہے۔ مقامی لوگ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا، گورنر خیبر پختونخوا اور چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ سمیت ڈپٹی کمشنر اورکزئی اور انسپکٹر جنرل آف پولیس خیبر پختونخوا سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ان بے سہارا لوگوں کے جان و مال، جائیداد اور عزت و آبرو کو تحفظ فراہم کریں، انہیں انصاف دلایا جائے اور گرفتار افراد کو جلد از جلد رہا کیا جائے۔

(مسعود شاہ)

صحافی کی بازیابی کا مطالبہ

نوشہرو فیروز پڈعیدن کے صحافی حیدر بخش پلھ کے مبینہ طور پر لاپتہ ہونے پر صحافیوں اور وکلاء کے احتجاجی مظاہرے، صحافی کو بازیاب کرانے کا مطالبہ۔ تفصیلات کے مطابق نواحی علاقہ پڈعیدن کے صحافی حیدر بخش پلھ کے مبینہ لاپتہ ہونے پر ورثاء اور صحافی برادری و وکلاء نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور ریلی نکالی۔ سٹی پریس کلب پڈعیدن ٹاؤن کے صحافیوں ممتاز بڑو، عبدالجبار پلھ، ساجد علی جویو، کامران جویو، مجاہد علی شر، ڈاکٹر مجیب الرحمٰن بھریجو، کاشف علی راجپر، ساجد راجپوت، نیشنل پریس کلب نوشہرو فیروز کے صدر ایم ظفر تگر، امتیاز سومرو، زمیر حسین لونڈھ، شاہد علی خانزادہ، پریس کلب نوشہرو فیروز کے صدر زاہد راجپر، مرتضیٰ تگر، شاہد چنا، ممتاز سولنگی، محبوب علی کلہوڑو، سندھ بار کونسل کے ممبر عبدالستار لہرانی، ایڈووکیٹ امیر امتیاز، ایڈووکیٹ شیر محمد اجن، ایڈووکیٹ عبدالمجید پلھ سمیت دیگر نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور نصرت کینال پڈعیدن سے ریلوے پھاٹک تک ریلی نکالی۔ مظاہرین نے ہاتھوں میں پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے۔ مظاہرین نے چیف جسٹس آف پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ صحافی حیدر بخش پلھ سمیت دیگر جو بھی مبینہ لاپتہ افراد ہیں انہیں جلد بازیاب کرایا جائے اور صحافیوں کو تحفظ فراہم کیا جائے۔

(الطاف حسین قاسمی)

لیڈی انسپکٹر ہلاک

سکھر 07 مئی کو ضلع خیرپور کے علاقے ہنگورجا میں 35 سالہ لیڈی انسپکٹر زولیخاں انصاری جو ڈی آئی جی آفس سکھر میں کمپلین سیل کی انچارج بھی تھی جسے خاوند جاوید منگنیجو پسٹل نے فائر کر کے ہلاک کر دیا۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ جاوید اور زالیخاں انصاری نے کورٹ میرج کی تھی۔ پولیس کو اطلاع ملتے ہی نعش اپنی تحویل میں لیکر تعلقہ ہاسپٹل گمبٹ سے پوسٹ مارٹم کروا کے ورثاء کے حوالے کر دیا ملزم کو پولیس نے بروقت کارروائی کر کے گرفتار کر لیا ہے جس اپنی بیوی کو قتل کرنے کا اعتراف بھی کیا اور بتایا کہ میری بیوی میری بیٹی کا رشتہ اپنے میکے کو ونی کے طور پے دینا چاہتی تھی جو مجھے پسند نہیں تھا۔ اسی بات پے طیش میں آ کر پسٹل کے فائر کے ہلاک کر دیا ہے۔ ملزم کے خلاف ہنگورجا میں مقتولا کے بھائی عبدالغفور انصاری کی مدعیت میں مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔

(شاکر جمالی سکھر)

شہری مضر صحت پانی پینے پر مجبور

نوشکی نوشکی شہر کے وسط میں واقع امین الدین روڈ محلّہ دولت آباد اور قریبی معلقہ گلیوں کے باشندے گزشتہ چار ماہ سے مظہر صحت پانی پینے پر مجبور ہیں۔ ابنوشی کے لیے بچھائی گئی پائپ لائن ٹوٹنے کے وجہ سے سیوریج کا گندا پانی ابنوشی کے پائپ لائن میں آ رہا ہے اس سلسلے میں ایچ آر سی پی کے ضلعی کوآڈینیٹر اور حلقہ مکینوں نے اس سلسلے ڈپٹی کمشنر نوشکی اور ایگزیکٹو انجینئر پی ایچ ای کو آگاہ کیا لیکن تین ماہ کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی متعلقہ حکام کی غفلت اور لاپرواہی سے مزکورہ ٹوٹے ہوئے پائپ لائن کی درستگی عمل میں نہیں لائی جا رہی ہے جس کی وجہ سے شہری مظہر صحت پانی پینے کی وجہ سے موسم گرما میں مختلف امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ٹوٹے ہوئے پائپ لائنوں کی درستگی کے لیے کوارٹرلی گرانٹ بھی ملتی کو کرپشن کی نذر ہو جاتے ہیں۔ نوشکی میں پی ایچ ای حکام کے عدم توجہی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے نوشکی شہر میں شہریوں ابنوشی کے سلسلے میں انتہائی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ گندا اور مظہر صحت پانی کے استعمال سے اکثر شہری مختلف امراض کا شکار ہو رہے ہیں۔ نوشکی کے شہریوں نے وزیر اعلیٰ بلوچستان صوبائی وزیر پی ایچ ای سکریٹری پی ایچ ای اور کمشنر رخشان ڈویژن اور انسانی حقوق کے ممبران کی توجہ اس مسلئہ کی جانب مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا پائپ لائن کی ترجیہی بنیادوں پر درستگی اور شہریوں کو حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ابنوشی کے فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کریں اور اس سلسلے میں کوتاہی اور غفلت برتنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

(محمد سعید بلوچ)

چولستان میں قحط سالی: گرمی یا پانی، چولستان میں مویشیوں کو کون مار رہا ہے؟

تاحدِ نگاہ ریت کا ایک سمندر ہے۔ میلوں دور تک ریت میں گاڑیوں کے ٹائروں سے بنی سانپ کی طرح ریگتی سڑک کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ ریت کے ٹیلوں پر اُگی بوٹیاں ہیں جن کی ہریالی اب ماند پڑ چکی ہے۔ جہاں جہاں نیم سوکھے درختوں کے جھنڈ نظر آتے ہیں وہاں پانی کے وسیع وعریض 'ٹوبے' موجود ہیں، لیکن اب ان 'ٹوبوں' کی جھلسی ہوئی سوکھی زمین دور سے نظر آتی ہے۔ چولستان میں جب سورج سر پر ہوتا ہے تو پانی کے ان ذخیروں کے سرہانے کھڑے ہو کر آپ ان کی پیاس کو محسوس کر سکتے ہیں۔ ان دنوں یہاں دن کا درجہ حرارت 50 ڈگری سینٹی گریڈ کو چھو رہا ہے۔ چند منٹ کے لیے بھی ریت اڑاتی لو میں تپتے ہوئے ٹیلوں کے درمیان زیادہ دیر کھڑا ہونا ناممکن ہو جاتا ہے۔ جسم کو جلا دینے والی گرم ریت پر کھڑے آپ درجہ حرارت میں ہونے والے ایک ایک ڈگری کے اضافے کو اپنے جسم پر محسوس کر سکتے ہیں۔ ایسے میں اگر آپ کے پاس پانی موجود نہیں ہے تو آپ پر گھبراہٹ طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد چولستان میں آئندہ ہر لمحہ آپ کے ذہن پر صرف ایک ہی خیال ہوتا ہے، پانی! اور اس خیال کے ساتھ بہت سے خدشات بھی ہوتے ہیں جیسا کہ اگر پانی نہ ملا تو کیا ہوگا؟ یہی حالت چولستان میں رہنے والے دو لاکھ سے زائد باسیوں کی ہے۔ ان کے ذہنوں پر گذشتہ کئی مہینوں سے یہی خیال اور یہی خدشات سوار ہیں۔ وہ بارشیں جن سے پانی کے ٹوبے بھر جاتے ہیں اور چولستان سرسبز ہو جاتا ہے لگ بھگ ڈیڑھ برس پہلے برسیں تھیں۔ اپریل کے آخر اور مئی کے آغاز ہی سے پارہ 50 ڈگری کو چھو جائے گا، عبدالستار کو اس کی توقع نہیں تھی۔ پہلے تو جون کے مہینے میں ایسا ہوتا تھا۔ ایسا کیوں ہوا، انھیں یہ نہیں معلوم، لیکن ان کے گاؤں میں مویشی کیوں مر رہے ہیں، یہ انھیں معلوم ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

چولستان جھلس رہا ہے

بہاولپور تیز اور شدید گرم لو چولستانیوں کے لیے وبالِ جان بنی ہوئی ہے۔ کنوؤں میں پانی ختم ہو چکا ہے، نہروں کا پانی بند ہے، زیرِ زمین پانی کڑوا ہے اور حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔ چولستانی اس وقت موت کے دہانے پہ کھڑا ہے۔ مال مویشی مر رہے ہیں۔ کل ٹوبہ سالم سر پہ کم از کم 200 بھیڑیں مر گئی ہیں۔ موت کو سامنے دیکھ کر سسکتا بلکتا پیاسا چولستانی گورنمنٹ کی طرف دیکھ رہا ہے خوراک ختم ہو چکی ہے پانی ختم ہو چکا ہے، جانوروں کا چارا ختم ہو چکا ہے انسانوں اور جانوروں میں طرح طرح کی بیماریاں جنم لی چکی ہیں پورا ملک شدید گرمی کی لپیٹ میں ہے لیکن چولستان اس وقت کربلا کا منظر پیش کر رہا ہے۔ ہماری حکومت وقت سے عاجزانہ اپیل ہے کہ چولستان کو آفت زدہ قرار دے کر فوری ایمرجنسی نافذ کی جائے اور چولستانی نہروں میں فوری پانی چھوڑا جائے تاکہ کوئی بڑا سانحہ رونما نا ہو۔ ہماری اعلی حکام سے گزارش ہے چولستان آپ کا حلقہ ہے آپ دونوں نمائندوں کے ووٹرز بستے ہیں، آپ لوگ چولستانیوں کا سہارا بنیں اور پانی دینے میں اپنا اپنا کردار ادا کریں اور اس مشکل وقت میں اس آفت زدہ اور قحط زدہ چولستان کا ساتھ دیں کیونکہ چولستان نے ہمیشہ آپ لوگوں سے وفا کی ہے۔

(خواجہ اسداللہ)

رشتہ کے معاملے پر کمسن بچی کا قتل

لنڈی کوتل لنڈی کوتل خیبر ولی میں 5 مئی کی رات کو فائرنگ سے جاں بحق ہونے والے بچی کی نماز جنازہ پاک افغان شاہراہ پر ادا کر دی گئی۔ رشتہ دینے اور واپس کرنے کے مسئلہ پر واقعہ پیش آیا۔ علاقہ خیبر ولی خیل میں مظاہرین نے پولیس اور دیگر اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا کہ واقعہ میں ملوث افراد کو فوری طور پر گرفتار کیا جائے اور متاثرہ خاندان کو انصاف فراہم کیا جائے۔ لنڈی کوتل پولیس سٹیشن کے ایس ایچ او شاہ خالد آفریدی نے بتایا کہ گزشتہ رات فائرنگ سے جاں بحق بچی اور ان کے زخمی بھائی کے واقعہ میں ملوث 4 افراد کے خلاف ایف آئی آر درج کر دی گئی ہے اور جلد ملزمان کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ واضح رہے کہ ملزم کا تعلق خیبر سلطان خیل سے ہے تاہم وہ کافی عرصہ سے بندوبستی علاقے میں رہائش پذیر ہے مقامی قریبی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وقوعہ رشتہ پہلے دینے اور پھر بوجوہ واپس کرنے پر پیش آیا ہے اور یہ کہ ملزم اور مقتول کے خاندان پہلے سے کسی رشتے میں ایک دوسرے سے منسلک رہے ہیں/ واردات کرنے کے بعد ملزم فرار ہو گئے۔

(مسعود شاہ)

طلباء ضروری بنیادی سہولتوں سے محروم

باجوڑ گورنمنٹ مڈل سکول ماموند باجوڑ کے طلبہ نے سکول میں واش روم، پانی، بجلی اور چوکیدار نہ ہونے کیخلاف احتجاج کرتے ہوئے لغڑئی تا عنایت کلے روڈ کو ہر قسم ٹریفک کیلئے بند کر دیا جبکہ انہوں نے کلاسز کا بھی بائیکاٹ کیا۔ مذکورہ سکول کے پرائمری سیکشن میں 600 جبکہ مڈل سیکشن میں 550 طلبہ زیر تعلیم ہیں جبکہ سٹاف کی تعداد 8 ہے۔ طلبہ سے مذاکرات کرتے ہوئے ایجوکیشن آفیسر شیرین زادہ نے کہا کہ ان کے مطالبات جائز ہیں لیکن فنانس ڈیپارٹمنٹ اس پر سنجیدگی سے غور نہیں کر رہا۔ احتجاج میں شریک قاسم نام طالب علم نے بتایا کہ احتجاج میں مڈل اور پرائمری سیکشن کے تمام طلبہ شریک تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے محکمہ تعلیم کو کئی بار درخواست کی ہے، ہمارے طالبات تسلیم بھی ہوئے لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ قاسم نے بتایا کہ مارچ 2018 میں سکول کا چوکیدار ریٹائر ہوا لیکن ابھی تک دوسرا چوکیدار نہیں بھیجا گیا، ہمارے سکول میں واش روم نہیں ہیں، ضرورت پڑنے پر طلبہ گھر جاتے ہیں۔ کلاس رومز میں گندگی کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں، سکول کی کرسیاں، پنکھے اور سولر بھی غائب ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم صبح سکول آتے ہیں تو رات کو کوئی نہ کوئی واقعہ رونما ہوا ہوتا ہے، پھر ہم اس میں پھنس جاتے ہیں، سکول کی صفائی بھی ہم خود کرتے ہیں جس سے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ سکول میں چوکیدار کا بندوبست کیا جائے، پانی اور بجلی کی سہولت فراہم کی جائے اور چاردیواری بنائی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ضلعی تعلیم افسر اور ایس ایچ تھانہ لغڑی کے ساتھ ہمارے مذاکرات ہوئے، ہمیں پانچ دن کا وقت دیا گیا اور یقین دہانی کرائی گئی کہ آپ کے مسائل حل کریں گے۔ گورنمنٹ مڈل سکول ترخو ماموند باجوڑ کے ان اکتالیس سکولوں میں سے ایک ہے جن میں چوکیدار، نائب قاصد یا پھر سویپر کی آسامیاں موجود نہیں۔ ان سکولوں میں 6000 سے زیادہ طلبہ زیر تعلیم ہے، خیبر پختونخوا میں ضم ہونے کے بعد اب بھی کئی سکولوں پر مالکان کا قبضہ ہے۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ خالی آسامیوں کی منظوری دینے میں کوئی دلچسپی نہیں۔ جن سکولوں میں چھ چھ اساتذہ کا ہونا لازمی ہے ان سکولوں میں صرف دو دو اساتذہ پڑھاتے ہیں۔ اس کیلئے چار بار ایس این آئی جمع کروائی گئی لیکن اس پر کوئی عمل درآمد نہیں کروایا گیا۔

(نامہ نگار)

انسانی حقوق کے عالمی دن

جنوری

- 27جنوری ہولوکاسٹ کے متاثرین کی یاد میں دعائیہ تقریب کا عالمی دن

فروری

- 4فروری کینسر کا عالمی دن
- 6فروری خواتین کے تولیدی اعضاء کو کاٹنے کی ممانعت کا عالمی دن
- 13فروری ریڈیو کا عالمی دن (یونیسکو)
- 20فروری سماجی انصاف کا عالمی دن
- 21فروری مادری زبان کا عالمی دن (یونیسکو)

مارچ

- یکم مارچ امتیاز کے خاتمے کا دن (یو این ایڈز)
- 3مارچ جنگلی حیات کا عالمی دن
- 8مارچ خواتین کا عالمی دن
- 15مارچ اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد
- 15مارچ صارفین کے حقوق کا عالمی دن
- 20مارچ خوشی کا عالمی دن
- 21مارچ نسلی امتیاز کے خاتمے کا عالمی دن
- 21مارچ شاعری کا عالمی دن (یونیسکو)
- 21مارچ نوروز کا عالمی دن
- 21مارچ پیدائشی ذہنی معذوری کا عالمی دن
- 21مارچ جنگلات اور درخت کا عالمی دن
- 22مارچ پانی کا عالمی دن
- 23مارچ موسمیات کا عالمی دن (ڈبلیو ایم او)
- 24مارچ تپ دق کا عالمی دن
- 24مارچ انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزیوں سے متعلق حقائق کو جاننے کے حق اور متاثرین کی عزت نفس کا عالمی دن
- 25مارچ غلامی اور غلاموں کی سمندر پار تجارت کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
- 25مارچ عملے کے زیر حراست اور لاپتہ اراکین سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

اپریل

- 2اپریل خودفکری سے آگاہی کا عالمی دن
- 4اپریل کانوں سے متعلق آگاہی اور کانوں سے متعلقہ کارروائیوں میں معاونت کا عالمی دن
- 6اپریل ترقی اور امن کے لیے کھیل کا عالمی دن
- 7اپریل روانڈا کے قتل عام کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
- 7اپریل صحت کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
- 12اپریل خلا میں انسانی پرواز کا عالمی دن
- 22اپریل مادرارض کا عالمی دن
- 23اپریل کتاب اور حق اشاعت کا عالمی دن
- 23اپریل انگریزی زبان کا عالمی دن
- 25اپریل ملیریا کا عالمی دن۔(ڈبلیو ایچ او)
- 26اپریل ایجاد کے حقوق کا عالمی دن (وپیو)
- 28اپریل دوران ملازمت سلامتی اور صحت کا عالمی دن
- 29اپریل کیمیائی جنگ کے تمام متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
- 30اپریل جاز (موسیقی) کا عالمی دن

مئی

- 3مئی آزادی صحافت کا عالمی دن
- 9-8 مئی دوسری جنگ عظیم میں جاں بحق ہونے والے افراد کو یاد کرنے اور ان سے یکجہتی کا دن
- 11-10 مئی نقل مکانی کرنے والے پرندوں کا عالمی دن (یو این ای پی)
- 13مئی ''ویساک'' پورے چاند کا عالمی دن
- 15مئی کنبوں کا عالمی دن
- 17مئی ٹیلی مواصلات اور معلوماتی اداروں کا عالمی دن (آئی ٹی یو)
- 21مئی بحث مباحث اور ترقی کے لیے ثقافتی تنوع کا عالمی دن
- 22مئی حیاتیاتی تنوع کا عالمی دن
- 23مئی زچگی کے دوران پیدا ہونے والے گھاؤ کے خاتمے کا عالمی دن
- 29مئی اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں کا عالمی دن
- 31مئی تمباکو نوشی کی ممانعت کا عالمی دن

جون

- یکم جون والدین کا عالمی دن
- 4جون جارحیت سے متاثرہ معصوم بچوں کا عالمی دن
- 5جون ماحول کا عالمی دن (یو این ای پی)
- 8جون سمندروں کا عالمی دن
- 12جون چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن
- 14جون خون کا عطیہ دینے والوں کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
- 15جون بزرگوں سے ناروا سلوک سے آگاہی کا عالمی دن
- 17جون زمین کے صحرا بردھونے اور خشک سالی پر قابو پانے کا عالمی دن
- 20جون مہاجرین کا عالمی دن
- 23جون اقوام متحدہ کا خدمات عامہ کا دن
- 23جون بیواؤں کا عالمی دن
- 25جون ملاحوں کا عالمی دن (آئی ایم او)
- 26جون ادویات کے غلط استعمال اور غیر قانونی نقل وحمل کے خلاف عالمی دن
- 26جون تشدد کے متاثرین کی حمایت میں اقوام متحدہ کا عالمی دن

جولائی

- 5جولائی تعاون کنندگان کا عالمی دن (جولائی کا پہلا ہفتہ)
- 11جولائی آبادی کا عالمی دن
- 18جولائی نیلسن منڈیلا کا عالمی دن
- 28جولائی ہیپاٹائٹس کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
- 30جولائی دوستی کا عالمی دن
- 30جولائی انسانی سمگلنگ کے خلاف عالمی دن

اگست

- 9اگست دنیا بھر کے مقامی افراد کا عالمی دن
- 12اگست نوجوانوں کا عالمی دن
- 19اگست انسانیت پسندی کا عالمی دن
- 23اگست غلاموں کی تجارت کی یاد آوری اور اس کے خاتمے کا عالمی دن (یونیسکو)
- 29اگست جوہری تجربات کے خلاف عالمی دن
- 30اگست جبری گمشدگیوں کے متاثرین کا عالمی دن

ستمبر

- 5ستمبر خیرات کا عالمی دن
- 8ستمبر خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)
- 12ستمبر اقوام متحدہ کا جنوب۔جنوب اشتراک کا دن
- 15ستمبر جمہوریت کا عالمی دن
- 16ستمبر اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن
- 21ستمبر امن کا عالمی دن
- 25ستمبر ساحلی علاقوں کا عالمی دن (ستمبر کا آخری ہفتہ)
- 26ستمبر جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن
- 27ستمبر سیاحت کا عالمی دن (یو این ڈبلیو ٹی او)

اکتوبر

- یکم اکتوبر معمر افراد کا عالمی دن
- 2اکتوبر عدم تشدد کا عالمی دن
- 5اکتوبر اساتذہ کا عالمی دن (یونیسکو)
- 6اکتوبر جائے پیدائش کا عالمی دن (اکتوبر کا پہلا سوموار)
- 9اکتوبر ڈاک کا عالمی دن
- 11اکتوبر بچیوں کا عالمی دن
- 13اکتوبر آفات میں کمی کا عالمی دن
- 15اکتوبر دیہی خواتین کا عالمی دن
- 16اکتوبر خوراک کا عالمی دن (ایف اے او)
- 17اکتوبر غربت کے خاتمے کا عالمی دن
- 24اکتوبر اقوام متحدہ کا دن
- 24اکتوبر ترقی سے متعلق معلومات کا عالمی دن
- 27اکتوبر سماعتی وبصری ورثے کا عالمی دن (یونیسکو)

نومبر

- 2نومبر صحافیوں کے خلاف جرائم کے حوالے سے سزا سے استثنیٰ کے خاتمے کا عالمی دن
- 6نومبر جنگ اور مسلح تنازعات کے دوران ماحول کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کا عالمی دن
- 10نومبر امن اور ترقی کے لیے سائنس کا عالمی دن
- 14نومبر ذیابیطس کا عالمی دن
- 16نومبر رواداری کا عالمی دن
- 16نومبر ٹریفک حادثات کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن (نومبر کا تیسرا اتوار)
- 19نومبر بیت الخلاء کا عالمی دن
- 20نومبر بچوں کا عالمی دن
- 20نومبر فلسفے کا عالمی دن (نومبر کی تیسری جمعرات)
- 21نومبر ٹیلی ویژن کا عالمی دن
- 22نومبر صنعت کاری کا عالمی دن
- 25نومبر خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کا عالمی دن
- 29نومبر فلسطینی عوام سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

دسمبر

- یکم دسمبر ایڈز کا عالمی دن
- 2دسمبر غلامی کے خاتمے کا عالمی دن
- 3دسمبر معذور افراد کا عالمی دن
- 5دسمبر معاشی اور سماجی ترقی کے لیے رضا کاروں کا عالمی دن
- 5دسمبر زرعی زمین کا عالمی دن
- 7دسمبر شہری ہوا بازی کا عالمی دن
- 9دسمبر بدعنوانی کے انسداد کا عالمی دن
- 10دسمبر انسانی حقوق کا عالمی دن
- 11دسمبر پہاڑوں کا عالمی دن
- 18دسمبر تارکین وطن کا عالمی دن
- 20دسمبر انسانی یکجہتی کا عالمی دن

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔
دفعہ - 21	(1) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہءِ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو ونما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15